Discussion

Ameen Akbar & Asif Bhatti

From Start to Block

آغاز

ولادت حضرت عیسیٰؑ اور قرآن 28 از محمد حنیف

جناب پرویزؒ کا سارا فلسفہ "مریمؑ و عیسیٰؑ" ان محرف کتب اور عیسائی مصنفین کی تصانیف کے گرد گھومتا ہے۔ پرویزؒ نے اس ضمن میں جو کچھ بھی تحقیق کے نام سے پیش کیا ہے، وہ ان محرف کتب اور ان عیسائی مصنفین کا نقطہ نظر ہے۔

چارج شیٹ بنام اللہ رب العزت

مریم صادقہؑ کے متعلق، پرویز علیہ رحمہ نے لکھا۔۔

"پیدائش عیسیٰؑ اگر ایک معجزہ تھا، تو اسے بہر حال اللہ تعالیٰ کا معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن آپ کچھ وقت کے لیے اپنے جذبات کو الگ رکھ کر سوچیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کو دکھانے کے لیے جو طریق اختیار فرمایا۔ اس نے معصوم بچی مریم کو کن مشکلات میں پھنسا دیا۔ آپ سوچیے، ایک جوان ناکتخدا (غیر شادی شدہ) لڑکی کو حمل قرار پا جائے، اور اس طرح اس کے یہاں لڑکا بھی پیدا ہو جائے تو معاشرے میں اس کی کیا حالت ہو گی۔ کیا وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل رہے گی۔ کیا وہ اپنے گھر والوں کے یہاں جا سکے گی۔ کیا وہ اس معاشرے کا سامنا کر سکے گی۔

سوچیے اس کی زندگی کس قدر اجیرن ہو جائے گی۔

کہا جائے گا کہ اس میں حضرت مریم کا کوئی قصور نہ تھا ایسا اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔ لیکن ایسا کہتے وقت اس پر غور کیجیے، کہ کیا حضرت مریم کے پاس اس کا کوئی ثبوت تھا۔ کہ اس حمل میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ ایسا خدا نے کر دیا ہے۔ کیا وہ اسے کسی صورت ثابت کر سکتی تھیں۔ وہ تو ایک طرف رہیں، کیا حضرت عیسیٰ

Mohammad Hanif میرے محترم بھائی ـــــ

میں اپنی وال پر کسی طرح کی بدمزگی پسند نہیں کرتا ـ

آپ اس سے واقف ھیں ـ

میں نے تو برادر محترم محمد شعیب کو ھلکی پھلکی فقرہ بازی کی بھی اجازت نہ دی ـ

چنانچہ اگر آپ ان صاحب سے بات کرنا مناسب سمجھتے ھیں ، تو برائے مہربانی ایک پوسٹ بنا کر انہیں وھاں مدعو کریں ـ

اگر کہیں مجھے معاونت کے لئے طلب کریں گے تو ضرور حاضر ھو جاؤں گا ـ

لیکن میری وال پر بن بلائے مہمان کی کوئی جگہ نہیں ھے ـ

اس پر میں معذرت خواہ ھوں ـ

ھاں جو محترم دوست اس موضوع پر مجھ سے ھم کلام ھیں ـ انہیں میں نے ضرور اس بات کی اجازت دی ھے کہ وہ جسے چاھے اپنی مدد کے لئے بلا لیں ـ

چنانچہ اگر کوئی دوست چاھے تو ان صاحب کے بے پناہ علم سے استفادہ کرتے ھوئے مجھ سے مکالمہ جاری رکھ سکتا ھے ـ

لیکن براہ راست ان محترم سے مجھے کوئی بات نہیں کرنی ھے ـ

اور نہ ھی انہیں میری وال پر کمنٹس کی اجازت ھے ـ
سلامت رھیں

May 14 at 1:50am · Like · 2

- **Ameen Akbar** Asif Bhatti یہ اجازت نامہ ہے اوپر۔ اب خدارا یہ مت کہیے گا کہ 100 کا اشٹام پیپر لے کر اس پر اجازت لوں اور اسے کچہری میں نوٹری پبلک سے تصدیق بھی کرا لاؤں۔

· Like · 1 July 10 at 5:27pm

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب آپ نے ۲۰۰ روپے والا اسٹام پیپر پہلے ہی لگا دیا ھے۔ میں مزید ۱۰۰ روپے کا خرچہ آپ کو ہر گز نہیں ڈالوں گا۔ ہاں مگر آپ کو بھی وعدہ کرنا ھو گا کہ مجھ سے ۱۰۰ روپے کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ میں مطمئین ھوں۔ شکریہ

· LikeJuly 10 at 8:06pm

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب ساری کتاب کو پیش کریں۔ تا کہ عقل کا مناسب تجزیہ ھو سکے۔ باقی کتاب سے گھنگھٹ نکلوانے کی یہ رسم کس تمدن سے لی گئی ھے۔ جناب پوری کتاب سامنے لائیے پھر آپ جس موضوع پر چاہئیں گے ہم بات کر لیں گے۔ اور دوسری بات کہ آپ کو جو لنک پی...See More

· Edited · LikeJuly 10 at 8:28pm

امین

Ameen Akbar بھٹی صاحب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ٹینشن نہ لیں۔ میرے کسی دوست نے آنا ہوتا تو سائیں بابا کی پوسٹ پر آجاتا۔ آپ اطمینان سے مطالعہ کر لیں۔

· LikeJuly 10 at 11:31pm

امین .

Ameen Akbar http://www.scribd.com/.../Wiladat-Essa-and-Quran...

Wiladat Essa and Quran

www.scribd.com

از محمد حنیف یھیمترون۔See More۴۳...

· LikeJuly 11 at 2:49pm

امین .

Ameen Akbar بھٹی صاحب یہ پرائیویٹ البم ہے۔ جسے صرف اپ اور میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس وقت تک جب تک ہماری گفتگو ختم نہیں ہو جاتی۔ امید ہے آپ کی دخل اندازی والی شرط بھی پوری ہوگئی ہے۔

· LikeJuly 11 at 2:56pm

- امین

Ameen Akbar سکربڈ پر کتاب میں نے حنیف صاحب کے اکاؤنٹ کی بجائے اپنے اکاؤنٹ میں اپ لوڈ کر دی ہے۔ اس لیے آپ اسے ڈآؤن لوڈ کر کے مطالعہ کریں۔

· LikeJuly 11 at 2:58pm

- امین

Ameen Akbar جس صفحے پر اعتراض ہو یا تو اس پر یہیں بات کر لیں گے ورنہ میں نمبر مجھے بتا دیجیے گا میں وہ صفحہ اپ لوڈ کر دوں گا۔ جس صفحے پر اعتراض نہین ہو گا وہ درست تسلیم کیا جائے گا۔

· LikeJuly 11 at 2:59pm

- **Asif Bhatti**

باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب سلامتی و رحمت ھو۔ آپ کو فورم پر خوش آمدید کہتا ھوں۔ اور اُمید کرتا ھوں کہ آپ اپنے دوست محمد حنیف صاحب کی کتب یہاں تجزیہ کے لئے پیش کریں گے۔ گفتگو میرے اور آپ کے درمیان ہی رھے گی۔ کوئی مداخلت نہیں کریگا۔ اب آپ کتب کو یہاں پوسٹ کر دیں علیحدہ علیحدہ پوسٹ بنا کر۔ ہم تفصیلی گفتگو کریں گے۔ ثم تتفکرو۔

· July 11 at 7:21amShare

  - Seen by 8

like this.2 people

  - امین

https://www.facebook.com/photo.php...**Ameen Akbar**

July 11 at 2:55pm

-

uploaded a file.Asif Bhatti

باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب میں یہ کتاب اس اختیار کیساتھ ڈاؤن لوڈ کر رہا ھوں کہ آپ نے بلواسطہ اختیار دیا ھے مجھے۔ جزاکم اللہ خیرا۔

153116178-Wiladat-Essa-and-Quran.pdf

· DownloadPreview

· July 11 at 4:16pmShare

ڈسکشن کی ابتدا بھٹی صاحب کے اس تجزیے سے ہوئی، اُن کی پوسٹ بمعہ کمنٹس کے حاضر ہے، پڑھنے میں آسانی کے لیے فونٹ جمیل نوری نستعلق کر دیا گیا ہے۔

Asif Bhatti

باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب آپ کے اصرار پر میں کتاب ھٰذا کا تجزیہ پیش کر رہا ھوں۔ ابھی چند صفات ہی مطالعہ کر پایا تھا کہ ذہن کو ایسی بے سر پیر کی باتوں سے کوفت سی محسوس ھونے لگی۔ تو سوچا کہ ہر اُس بات کو سامنے لایا جائے جو تحقیقی کام میں غلط تصور پیش کرنے کا موجب بن سکتا ھے۔ آپ میرے کامنٹس کو نفرت یا بغض کی وجہ مت سمجھیئے گا، میں کسی انسان سے نفرت نہیں کرتا۔ اور نہ اُس کی اصلاح کے پہلو کو لاتبدل خیال کرتا ھوں۔ میں اس بات کا قائل ھوں کہ انسان غلطی کر سکتا ھے۔ اُس کو حق کی وضاحت میں مدد کرنا چاھیئیے۔ اگر وہ خود کو درست کر پائے تو اُس کی زندگی سنور جائے گی اور اگر وہ اپنی اَنا کی ھٹ دھرمی کی بھینٹ چڑھنے پر ہی مُصر ھے تو اُس کی سزا اُس کو اُس کی غلطی کا احساس دلا ہی دے گی۔ اور یہ سب قانون مکافات عمل ھے۔ جو کبھی نہیں بدلا کرتا۔ یہ صرف ایک تجزیہ ھے۔ جو انصاف اور قدیم و جدید علوم سے حاصل کردہ ھے۔

کتاب ھٰذا کے صفحہ 2 پر انڈے اور مرغی کی نسبت سے جو بیان کردہ فسلفہ پر ذرا غور تو کیجئیے کہ کیا بلا کا ذہن پایا ھے۔ اگر تھوڑی سی جہت کرتے تو ایسی فضول سی باتوں پر وقت برباد نہ کرنا پڑتا۔ انڈے اور مرغی کا تعلق صرف یہی ھے کہ دونوں قوانین خداوندی کے تحت اپنا اپنا کام کر جاتے ہین۔ مرغی کے نیچے بطخ کے انڈے رکھ کر بھی لوگ اُن کے بچے حاصل کرتے رھے ہیں۔ اسی طرح بکثرت دیگر اقسام پرندوں کی ایسی پائی جاتی ہیں جن کے اپنے گھونسلے ہی نہیں ھوتے۔ وہ گھونسلے ہی نہیں بناتے بلکہ دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں سے اُن کے انڈے نکال کر اپنے انڈے وہاں رکھ دیتے ہیں۔ ذیل میں لنک پر کلک کریں

Bird_nest/http://en.wikipedia.org/wiki

اور عقلِ سلیم کو داد دیں کہ وہ کس طرح قوانین الٰہیہ کی رد پیش کر کے انسان کو ورغلاتے ہیں۔ کیا مرغی کے نیچے سے کبھی بطخ کے بچے نہیں لیے گئے۔ کیا کوئیل کے بچے کوے کے کھونسلے میں پیدا نہیں ھوئے۔ کیا دیگر پرندوں میں یہی خاصیت موجود نہیں۔ اسی سے انسان نے یہ جان لیا کہ مرغی کے انڈوں کو ایک خاص درجہ حرارت دیئے جانے سے بغیر مرغی کے بچے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اور مزید ریسرچ نے اس کے ٹائم فریم میں بھی تبدیلی پیدا کر دی۔ اور یہ سب اللہ رب العزت کی طرف سے تسخیرِ کائنات کے مشتقافات ہیں۔ جو انسان کو جبلتی طور پر حاصل

ہیں۔یعنی کائنات کے علم۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ مرغی کا انڈے پر بیٹھنا قانون ھے۔ قدرتی طور پر تو ٹھیک ھے لیکن عقلی و منطقی اعتبار سے درست نہیں ھے۔ کیونکہ جنگلات ایکوبیٹرز تیار نہیں کر سکتے۔ اُن انڈوں کو قدرتی حرارت جانوروں کے جسم سے بہم پہنچائی جاتی ھے تاکہ ربوبیت عامہ میں کمی واقع نہ ھو جائے۔ بلکہ یہ سمجھنا کہ انڈوں کو ایک خاص درجہ حرارت دینے سے بچے حاصل کئے جاسکتے ہیں یہ قانون الٰہیہ ھے جو لاتبدل ھے۔

Bird nest - Wikipedia, the free encyclopedia

en.wikipedia.org

A bird nest is the spot in which a bird lays and incubates its eggs and raises its young. Although the term popularly refers to a specific structure made by the bird itself—such as the grassy cup nest of the American Robin or Eurasian Blackbird, or the elaborately woven hanging nest of the Montezuma...

· · Unfollow Post · Share · July 16 at 9:35pmLike

•

• Seen by 9

likes this.Ali Ibtisam

• امین

Ameen Akbar بہت شکریہ جناب، آپ نے مطالعہ شروع کر دیا۔ کوئی بات نہیں تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ جب ذہن دوبارہ ترو تازہ ہو جائے پھر آگے بھی کتاب کا تجزیہ کر لیجیے گا۔ جب آپ تجزیہ ختم کر لیں گے تو پھر بات ہو گی انشاء اللہ۔ ابھی بات شروع ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ ہم ادھر ہی رک جائیں۔ آپ اعتراضات کو نمبر دیتے جائیں۔ نمبر وار ہی ہر اعتراض پر بات کر لیں گے۔

· Like · 1July 17 at 5:35pm

•

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب فی الحال کتاب ھٰذا کے صفحہ 21 تک دو پوسٹیں پیش کر دیں ہیں۔ پہلے ان دو کا جواب دیدیں۔ اس دوران میں آہستہ آہستہ مزید پوسٹیں بھی تیار کر لونگا۔ پلیز آپ کے جواب کا منتظر جزاکم اللہ خیرا۔

· Like July 19 at 12:50am

امین

Ameen Akbar محترم بھٹی صاحب، مجھے آپ کے قیمتی ٹائم کا احساس ہے۔ اصل میں جب میں کمنٹ کروں گا تو اس اس کے جواب بھی دیں گے۔ اس طرح آپ کا ٹائم اور خیالات تقسیم ہو جائیں گے۔ ابھی آپ تجریہ جاری رکھیں َانشاء اللہ آپ سے ہر چیز ڈسکس کروں گا۔ اور صرف مجھے ہی سامنے رکھ کر تجزیہ نہ کریں۔ اس سے تو عوام الناس کا بھلا ہو گا۔ آپ بے فکر رہیں، اپنی قیمتی وقت سے تھوڑآ تھوڑا وقت نکالتے رہیں۔

· Like July 19 at 1:56am

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب اگر آپ دوستو کو یہاں دعوت دینا چاہیں تو ضرور مگر اس تاکید کے ساتھ کہ وہ کوئی کامنٹ یا پوسٹ مت کریں۔ یہی اصول میرے احباب

کے لئے بھی ھے۔ دوسری بات کہ جو دو پوسٹیں میں نے پیش کیں ہیں ان پر پہلے بات کر لِیں کثیر التعداد موضوعات انتشار پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لئے ایک ایک کر کے میں ان کو ساتھ کے ساتھ نبٹانا چاھتا ھوں۔ اُمید ھے کہ آپ جنشِ قلم سے گفتگو کا آغاز فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ ثم تتفکرو۔

· LikeJuly 19 at 2:00am

امین

Ameen Akbar محترم 21 صفحات آپ پڑھ چکے ہیں۔ 29 اور پڑھ لیں اور اُن کا تجزیہ کر لیں پھر بات کرتے ہیں۔

· LikeJuly 19 at 2:16am

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم بعد والے صفحات تھوڑے دقیق سے ہیں۔ اُن پر مزید کام کر رہا ھوں۔ آپ کو ان پر گفتگو کرنے میں کیا اعتراض ھے۔ میں اپنی ہر پوسٹ کے حوالے سے آپ سے ایک اضافی کامنٹس چاھتا ھوں کہ اگر آپ کو کہیں میرے جذبات کا عمل دخل محسوس

ھو تو بتاتے رہئیے گا۔ مجھے ابھی انہیں دو پوسٹوں پر بات کرنی ھے۔ کیونکہ ان سے متعلق مزید کافی معلومات ہیں۔ پلیز آپ گفتگو کا آغاز کریں۔ مشکور ھونگا۔ جزاکم اللہ خیر۔

· LikeJuly 19 at 2:20am

امین

Ameen Akbar جناب اتنے بھی زیادہ دقیق نہیں ہیں۔ مجھے اصل مسئلہ "چارج شیٹ بنام اللہ" سے ہے۔ برائے مہربانی اس پر اظہار خیال فرمائیں پھر بات کر لیتے ہیں۔ اں پر بھی اور اُن پر بھی، جب دو پوسٹوں پر بات ہو سکتی ہے تو تین پر کیوں نہیں۔

· LikeJuly 19 at 2:33am

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم زیادہ اصرار نہ کریں۔ اگر ہم ایک موضوع کو سیر حاصل گفتگو کے بعد دوسرے پر گفتگو کریں تو زیادہ مناسب ھے۔ اس سے کنفیوژن کا احتمال نہیں ھو گا۔ پلیز میری گذارش کو مان کر گفتگو کا آغاز کریں۔ تا کہ بااحسن و خوبی تمام گفتگو باہمی افہام و تفہیم کیساتھ مکمل ھو سکے۔ بعد میں کتاب ھٰذا کا مکمل تجزیہ عوامی فورم پر شئر کر دیا جائے گا۔ اب مزید اصرار نہ کرنا۔ شکریہ۔

· LikeJuly 19 at 2:38am

امین

Ameen Akbar ٹھیک ہے محترم اگر ایک ہی موضوع پر بات کرنی ہے تو "چارج شیٹ بنام اللہ" سے شروع کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم باقی تمام موضوعات پر بات کر لیں گے۔

· LikeJuly 19 at 2:40am

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ جی نہیں محترم آپ کو گفتگو بالترتیب ہی کرنا ھو گی۔ عجیب دھونس ھے۔ آپ کی خواہش کے احترام میں میں نے افلاطون کی کتب کا مطالعہ شروع کیا۔ اور اب اس پر زبردستی یہ کہ آپ کے من پسند موضوع سے گفتگو کا آغاز کیا جائے۔ ہم بالترتیب ہی گفتگو کریں گے۔ اس لئے آپ مجھے زبردستی کسی خاص موضوع پر گفتگو کے لئے مت لایئے۔ اور میری درخواست کا احترام کیجئیے۔ پلیز۔ مشکور ھونگا۔

· LikeJuly 19 at 8:52am

امین

Ameen Akbar بھٹی صاحب جن دو موضوعات پر آپ بات کرنا چاہ رہے ہیں وہ نئے نہیں ہیں۔ بہت سی پرانی پوسٹوں پر ان پر بات ہو چکی ہے۔ اس لیے میں ان موضوعات کو ٹال رہا ہوں کہ ہماری بات انہی موضوعات پر شروع ہو کر بالکل ہی ختم ہو جائے گی۔ مجھے لگا تھا کہ محبان پرویز میں صرف آصف بھٹی ایسا شخص ہے جو اس چارج شیٹ کا کچھ جواب دے سکتا ہے۔ اس لیے آپ کو اتنے عرصے سے کہہ رہا ہوں کتاب پڑھنے گا۔ میں نے جو پوسٹ لگائی تھی اس میں بھی انہی صفحات کو سب سے پہلے لگایا تھا کہ ان کا جواب دیں۔ آپ نے اصرار کیا کہ پوری کتاب پڑھوں گا۔ اب آپ کتاب کے "مرکری خیال" کو پرے رکھتے ہوئے دوسرے موضوعات پر بات کرنے پر بضد ہیں۔ تو بھائی میرا مقصد تو ادھورا رہے گا نا۔ میں آپ کی دونوں پوسٹوں سے بھاگ نہیں رہا ہوں۔ میں کسی نام نہاد عالم امر اور عالم خلق کو نہیں مانتا۔ اور اس پوسٹ پر بھی انسانی مشاہدے کی بات ہو رہی ہے۔ ان پر دلائل بھی دے دوں گا۔ مگر اپ اصل موضوع کر طرف آئیں۔ جس پر کتاب لکھی گئی ہے۔ "چارج شیٹ بنام اللہ" درست ہے یا غلط۔؟

· LikeJuly 19 at 2:15pm

.

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب مجھے حیرت ھے کہ آخر علم ھے کیا چیز۔ جو ہم سب کی سوچ میں اس قدر اختلافات موجود ہیں۔ کہ مشرق و مغرب کی خبر ملتی ھے۔ پہلی پاسٹ

ویسے بھی علوم حاضر کی بنا پر واضح ھے۔ اور مولف کا تصور کائناتی اشیاء سے متلعق کسی غلط نگہی و فہمی کا شدید شکار ھے۔ اور دوسری پوسٹ خدا کے بارے میں ہی ھے۔ اگر خدا کا تصور ہی درست نہ ھو تو پھر اُس پر چارج شیٹ پیش کریں یا اُس کو زندان میں ڈال دیں۔ اُس کو کیا فرق پڑتا ھے۔ نہ ہم اس موضوع پر بہت عرصہ رکیں گے اور نا ہمیں رکنا چاھیئیے۔ اس لئے آپ میرے ہمرکاب رہیں۔ انشاءاللہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ھوئے کتاب ھٰذا کا تجزیہ پیش کرونگا۔ آپ بار بار ان موضوعات سے بھاگنے کی فضول کوشیش کر رھے ہیں۔ نہ اب آپ کو بھاگنے دینا ھے اور نہ ہی خود اس کتاب کا پوسٹ مارٹم کئے بغیر پیچھے ھٹونگا۔ اس لئے وقت کی قدر کیجئیے۔ ہم نے جب بھی گفتگو شروع کرنی ھے یہاں سے ہی کرنی ھے۔ ثم تتفکرو۔

· LikeJuly 19 at 4:16pm

امین .

Ameen Akbar محترم یہی بات تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ آپ اگلے بنیادی موضوع سے بھاگنے کے لیے انہی موضوعات پر رکنا چاہتے ہیں۔ بھٹی صاحب، ان موضوعات پر بحث پہلے بھی بہت سی پوسٹوں پر ہو چکی ہے۔ ہم پھر کریں گے۔ انشاء اللہ۔ میں تو یہ چاہ رہا ہون کہ پہلے وہ بات سمجھ لوں جو مجھے پرویز اور پرویز کی تعلیمات سے متنفر کر رہی ہے۔ کیوں اتنے تضادات ہیں پرویز کی کتابوں پر؟ کیوں اپنے نظریات وہ اپنے ہی عقائد کو درست تسلیم کرنے کے لیے بدلتے

رہتے ہیں۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں زیادہ نہیں صرف 29 صفحات کا تجزیہ اور کر لیں۔ پھر ہم بات شروع کر دیں گے۔

· LikeJuly 19 at 4:23pm

.

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب آپ فضول ضد کر رہے ہیں ھو سکتا ھے کہ یہ آپ کی اَنا کا مسئلہ ھو۔ مگر میرے لئے یہ ایک ترتیب کے سوا کچھ نہین۔ میں نے کتاب کے بالترتیب تجزیہ کو ہی بہتر سمجھا۔ اس سے قائرین کے لئے ترتیب کیساتھ تجزیہ پر غور و خوض آسان اور بالترتیب رھے گا۔ اسی لئے آپ سے بار بار گذارش کر رہا ھوں۔ اور رہی بات آپ کی کہ آپ بھی ایسا کہہ سکتے ہیں کہ میں اگلے بنیادی موضوع سے بھاگنے کے لئے انہی موضوعات پر رکنا چاھتا ھوں۔ تو جناب آپ تب کہہ سکتے ھو اگر میں نے اعلان نہ کر رکھا ھو کہ نہ اب آپ کو بھاگنے دینا ھے اور نہ ہی خود اس کتاب کا پوسٹ مارٹم کئے بغیر پیچھے ھٹونگا۔ تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ انشااللہ آپ اگر حوصلہ نہ ہار گئے تو بندہ کتاب کے آخری لفظ تک آپ کے ہمرکاب رھے گا۔ محترم جتنے الفاظ آپ نے اس بحث پر لگا دیئے ہیں اگر کسی ایک موضوع کو جواب کے لئے چنتے تو اب تک وہ ختم ھو چکے ھوتے۔ ثم تتفکرو۔

· Edited · LikeJuly 19 at 4:38pm

امین .

Ameen Akbar بھٹی صاحب اسی لیے میں کہہ رہاہوں کہ آپ چارج شیٹ کا تجریہ کریں۔ اگر وہ غلط ثابت ہوتی ہے تو یہ مصنف کی پوری کتاب ولادت مسیح اور قرآن، مجھور خدااور رزق کریم سب غلط ہو جائیں گی۔ میں بھی بنیادی نطریے کی تصیح چاہ رہا ہوں۔ اگر یہ غلط ہو گیا تو موجودہ دو پوسٹیں بھی خود بخود غلط ہو جائیں گی۔اسی لیے میں یہ ترتیب چاہ رہاہوں۔ آپ تھوڑی سی مہربانی کریں اور مزید تائم نکال لیں۔بچے کی ضد پوری کر دیں۔

· LikeJuly 19 at 4:40pm

 .

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم کیایہ علمی انداز ھے۔کیا آپ نے اُس خاص موضوع کا حوالہ دیکر گفتگو کی بات کی تھی؟ آپ سے بات کتاب کے حوالے سے تھی کہ پہلے اس کتاب کو پڑھ لوں تو پھر محمد حنیف صاحب کے بارے میں کچھ کہوں۔ سو میں نے آپ کی بات کا احترام کیا، اب آپ اپنی بات میں ایک اور شق لے آئے ہیں کہ آپ کو علامہ پرویز صاحب پر بات کرنا ھے۔میں اپنے رب جلیل کی قسم کھاکر کہتاھوں کہ بشرطِ زندگی میں کتاب کے آخری لفظ تک

آپ کے ہر کاب انصاف کی بنیاد پر تجزیہ کرونگا۔ اور یہ بھی کہ میں ترتیب کے علاوہ آپ سے گفتگو ہر گز نہیں کرونگا۔ اب میں نے اپنا اور آپ کا راستہ بند کر دیا ھے۔ اور انصاف کے تقاضے کے مطابق خود کو قسم کا پابند بھی کر لیا ھے کہ نہ آپ کو بھاگنے دونگا اور نہ ہی کسی موضوع سے صرفِ نظر کرنے دوں گا۔ آپ حیلوں بہانوں سے مولف کی باطل خیالی کو صرف نظر کرنا چاھتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس جواب نہین ھے تو مان لیجئیے کہ جناب محمد حنیف صاحب کی عقل گھاس چرنے کے سوا کسی قابل نہیں رہ گئی۔ ورنہ دلیل کیساتھ میرے اعتراض کا رد پیش کریں۔ ثم تتفکرو۔

· Edited · LikeJuly 19 at 4:52pm

امین .

Ameen Akbar مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ اتنا آگے چلیں جائیں گے۔ ٹھیک ہے۔ اب ایک آدھ دن کا ٹائم مجھے دے دیں۔ ایک پوسٹ تو آپ کی یہ ہو گئی دوسری کون سی ہے؟

· LikeJuly 19 at 4:58pm

امین .

Discussion: Ameen Akbar, Asif Bhatti: Only Tagged Can Comment Plz

وِلادت عیسی اور قرآن

By: Ameen Akbar

· Like · Remove PreviewJuly 20 at 4:40pm

- امین

Asif Bhatti

باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب کتاب ھٰذا کے صفحہ 21 تک کی عبارت کے مطالعہ سے معلوم ھوا کہ مولف یہ تصور رکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے تخلیق انسانی میں مختلف درجات پر اپنی حکمت کاملہ میں تبدیلی فرمائی۔ مثلاً موصوف فرماتے ہیں کہ خدا نے انسان کو کس طرح عدم سے وجود میں لایا اور پھر اُس کو جوڑوں میں تقسیم کیا(حالانکہ وہ یہ وضاحت کرنے سے قاصر رھے کہ ان جوڑوں کی تقسیم کیسے فرمائی؟) اور پھر اُن کو تولید و تناسل کے تحت مقرر فرما دیا۔ اس تمام وضاحت کے بعد موصوف پوچھتے ہیں کہ

مولف کے سوالات

 کیا تخلیق انسانی کا یہ مرحلہ جو آج ہمارے سامنے ھے، اللہ کے مقررہ اندازوں و پیمانوں کی انتہا ھے؟

یعنی غیر مبدل؟

مزید براں کیا وہ اپنے مقررہ اندازو و پیمانوں "بزریعہ تولید و تناسل" کے آگے مجبور محض بن گیا ھے؟کیا اس کا مقرر کردہ یہ اندازہ و پیمانہ حتمی ھے؟

کیا وہ اس طرح ایک بار پھر اپنے اندازے اور پیمانے کو بدلنے پر قادر نہیں ھے؟

جوابات

 جی ہاں ہمارے لئے تخلیقِ انسانی کا یہ مرحلہ جو آج ہمارے سامنے ھے، اللہ رب العزت کے پیمانوں اور اندازوں کی انتہا ھے۔ کیونکہ یہ ہمارا ایمان ھے کہ اللہ رب العزت کی ہر ہر بات اپنی حکمت بالغہ کے مطابق محکم، مکمل اور اٹل ھے۔ مولف کی یہی کمزوری مجھے محسوس ھوتی ھے کہ وہ جب بات کرتے ہیں تو اُن کی سوچ کا مدار مشرق ھوتا ھے مگر اپنی غیر قرآنی غلط نگہی کی بنا پر وہ مشرق میں مغرب کو شامل کر کے دونوں رُخ سے وہی نتائج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اصولِ تحقیق کی بنا پر ہر چیز کے اجزاء کو سمجھنا ضروری ھے جب آپ کے پاس اجزاء موجود ھوں تو پھر آپ اُن پر تحقیق کر سکتے ہین۔ ھوائی مفروضوں پر تحقیق کبھی نہیں ھوا کرتی۔ فی الفور آج کے سائینسی علوم حاصل شدہ معلومات اور قرآنِ کریم کی تعلیمات سے ہم وہی کچھ بتا سکتے ہیں جن امور کا ہمیں علم ھے۔ کیونکہ ہم اس سے آگے کچھ نہیں جان سکتے اور نہ کہہ سکتے ہیں۔ ممکن ھے کہ تخلیق انسانی کے اس سے بہتر مرحلے بھی اللہ رب العزت کی قدرت میں ھوں۔ مگر ابھی تو ہماری پیدائش کا معمہ ہی حل نہیں ھو رہا اس کے آگے ہم کیا بات کر سکتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی روشنی میں ہم انہیں قوانین کو حتمی تسلیم کر سکتے ہیں۔

یہ سوچ کس قدر غیر علمی اور نظریاتی بندشوں سے معمور ھے کہ بغیر فکر و تدبر کے اللہ تعالٰی کے

لئے ایسی بے تکی سوال کریں کہ کیا وہ مجبور محض ھے۔ حالانکہ اس بات پر کئی مرتبہ گفتگو ھو چکی ھے۔ اور اکثر اہلِ علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ مجبور وہ ھوتا ھے۔ جس پر پابندی خارج سے عائد کی جائے۔ اور جس کا کوئی بس نہ چلتا ھو۔ لیکن اگر کوئی اپنی کہی ھوئی بات، مقررہ کردہ اصول، قانون اور پیمانے کی پابندی اپنے پر لازم قرار دے لے تو اُسے مجبور کہنا صرف جہالت ھے اس کے سوا کچھ نہین۔ کیا مولف کو یہ علم نہیں کہ اللہ پاک کی صفت لا یخلف المیعاد ھے؟ 9/3۔ یعنی اپنے وعدے سے ٹلنے والا نہین۔ اللہ رب العزت کے وعدے اُس کے قوانین ہیں۔ جس کے مطابق انسان سزا و جزا حاصل ھوتا ھے۔ یہ قوانین اٹل ہیں اور بغیر تخصیص کے ہر انسان کو ایک جیسا ہی نفع و نقصان بخشتے ہیں۔ مثلاً بارش کا پانی یہ نہیں دیکھتا کہ کونسا کھیت اللہ پاک کو ماننے والے کا ھے وہ ہندو کے کھیت پر بھی اُسی طرح برستا ھے جیسا کسی مسلمان کے یا دہریے کے کھیت پر۔ یہ بات قابلِ غور ھے کہ اللہ رب العزت کے اختیارات لا محدود اور مطلق ہیں۔ لیکن اس نے خود ہی اپنے اختیارات پر پابندی عائد کر رکھی ھے۔ چونکہ یہ اس نے اپنی مرضی اور ارادے سے کیا ھے اس لئے اس سے اسکے قادرِ مطلق ھونے پر کسی قسم کا حرف نہیں یہ اس نے اپنی مرضی اور ارادے سے کیا ھے اس لئے اس سے اسکے قادرِ مطلق ھونے پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا۔ مثلاً

□ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ ﴿١٢/٦﴾۔ اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم قرار دے رکھا ھے۔

حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾۔ حق ھے کہ ہم مومنوں کی جان بچائیں۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾۔ اور مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ھے۔

متذکرہ تین قرآنی آیات مقدسہ کی روشنی میں اللہ رب العزت اس بات کی وضاحت خود فرما رھے ہیں کہ یہ اُن پر لازم ھے، فرض ھے۔ اب آپ اور مولف صاحب جیسے صاحب علم احباب لازم اور فرض کے کیا معنی لیتے ھو۔ یہ آپ پر منحصر ھے۔، مگر قرآنِ کریم سے یہ بات اٹل اور بالکل واضح سامنے آگئی ھے کہ اللہ رب العزت اپنے قوانین کی حفاظت، اپنے وعدوں کی صداقت اور اٹل ھونا ہی ثابت کر رھے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کہ کیا یہاں اللہ رب العزت آپ کو (نعوذ باللہ من ذالک) مجبور دکھائی دے رھے ہیں۔ کیا وہ اُن پابندیوں کو تحفظ دینے کی خاطر اگر خود پر اُن کی پابندیاں عائد کرتے ہیں تو کیا وہ مجبور ھونگے؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ وہ انصاف والے ھونگے۔ وہ اصولوں کے پابند قرار پائیں گے۔ وہ وعدوں کو ایفاء کرنے والے قرار پائیں گے۔ ویسے تو قرآنِ کریم سے بیشمار مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن یہ چند مثالیں سمجھدار انسان کے لئے کافی ہیں۔ اسی طرح عام طور پر گھروں میں ماں باپ گھر کے اصول مقرر کرتے ہیں وہ خود اُس کی پابندی کر کے اپنے بچوں کو اُس کا عادی بناتے ہیں اب کیا کہیں کہ ماں باپ مجبور تھے۔ اُن اصولوں کی پابندی کرنے کو۔ ذرا سوچیں۔ مجھے حیرت ھے مولف کی عقل پر۔ وہ بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ رب العزت خود کو بہترین انصاف کرنے والا بتاتے ہیں۔ بہترین وعدہ

ایفاء کرنے والا بتاتے ھین۔ اپنی بات کا اٹل ھونا بتاتے ہیں تو پھر اُن کو صرف نظر کر کے ایسے سوالات کرنے کا کیا مقصد ھے۔

 اب دیکھئیے دوسرا سوال کہ وہ اپنے مقررہ اندازوو پیمانوں "بزریعہ تولید و تناسل" کے آگے مجبور محض بن گیا ھے؟ یہ سوال اپنے آپ میں ہی مضاِئقہ خیز ھے۔ مولف کو قانون کی تعریف کا شاید علم نہیں ھے۔ اور نا ہی محترم کو عدم سے وجود میں لانے کا مطلب معلوم ھے۔ تخلیق کے دو مرحلے ہیں۔ ایک عدم سے ظہور میں لانا۔ یہ عالمِ امر ھے۔ جس کی کنہ و حقیقت کے بارے میں انسان کو کوئی علم نہیں ھے۔ تخلیق آدم کے حوالے سے اُس پہلے جوڑے آدم کی تخلیق کو قانون تب کہا جا سکتا ھے۔ جب اللہ رب العزت نے اُس طریق پر دیگر آدم کو بھی پیدا کیا ھوتا۔ اور وہ آدم مشہود شکل میں ہمارے سامنے موجود ھوتا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ھے۔ اس لئے اُس کو قانون سے تعبیر کرنا کس طرح درست عمل قرار پا سکتا ھے۔ یہ صرف اپنے غیر قرآنی علم کو قرآنِ کریم سے سند حاصل کرنے کی ایک قبیح کوشیش کے علاوہ کچھ نہیں ھے۔ محترم قرآنِ کریم ایسی تمام فاسخ سوچوں کا توڑ پہلے سے ہی اپنے اندر محفوظ رکھتا ھے۔ دوسرا مرحلہ ظہور شدہ اشیائے کائنات کا باہم ملاپ کر کے نئی نئی ایجادات کرنا۔ اس کو عالم خلق کہا جاتا ھے۔ جس کو محسوس کیا جا سکتا ھے۔ چونکہ اُن مخصوص قوانین کے تحت عمل کرنے سے وہ مخصوص نتائج حاصل ھو جاتے ہیں اس لئے اس کو قانون کہا جائے گا۔ قانون کی جامع تعریف ہی یہ ھے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ھو گا اور ہمیشہ ایسا ہی ھو گا۔ عورت اور مرد کے ملاپ سے اگر وہ

مرد اور عورت طبعی طور پر اُن تمام لوازمات اپنی درست حالت میں ھوں تو وہ بچہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ نتیجہ حاصل کیا جا سکتا ھے۔ اس لئے کہ یہ قانون اٹل ھے۔ اب دیکھئیے کہ تیسرا سوال کہ کیا وہ اس طرح ایک بار پھر اپنے اندازے اور پیمانے کو بدلنے پر قادر نہیں ھے؟ ایک منٹ کے لئے یہ تصور کریں کہ مولف کا تصور درست ھے تو پھر اسی سوال کو دوسرے رُخ سے دیکھئیے کہ اُس کو اپنے اندازے و پیمانے تبدیل کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اگر آپ اس پہلو سے دیکھیں گے تو آپ کو مولف کا سارا تصور غیر اہم اور ایک الف لیلوی کہانی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ کیونکہ اس سے یہ نکتہ ازروئے تفکر وضاحت کا متقاضی ھو گا کہ کیا وہ اپنے مقررہ قوانین کی حفاظت کرنے پر کیوں قادر نہیں ھے۔ اس سے اللہ رب العزت کے عہد، کلام اور قوانین میں جو تغیر پیدا ھو گا۔ اُس کی تردید ہی ناممکن ھو جائے گی۔ لہٰذا اُس کے قادر ھونے میں کوئی دوسری بات نہیں مگر اُس کے تصور پر غیر مسند اور وعدہ خلافی کی دبیر دھول اُس کے تصور کو معدوم کر دے گی۔ اور جو قانون، کلام غیر مستند، اور وعدہ خلافی کے زمرے میں آجائیں اُن پر ایمان کی بنیاد رکھنا بے عقلوں کا کام ھے۔ یوں تو توحید کا سارا تصور ہی ختم ھو جائے گا۔ اس لئے خدا کا ایفائے عہد، بات کا سچا، اور اُس کی بات یعنی قانون کا اٹل ھونا ہی توحید کی نوریں مشعل ھے۔ پلیز اس کو مت بجھائیں اور قرآنِ کریم سے جس طرح میں نے مولف کا رد پیش کیا ھے۔ آپ بھی کر کے میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔ ثم تتفکرو۔

· · Unfollow Post · July 19 at 12:47amLike

-
- Seen by 10

and Ali Ibtisam like this. Saeen Baba

-

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب دوسری یہ ھے۔خوش رہیں۔

· LikeJuly 19 at 7:11pm

- امین

Ameen Akbar بھٹی صاحب آپ سے پرزور گذارش، درخواست اور التیجا ہے کہ محترم جس بھی پوسٹ یا کمنٹ میں مجھے مخاطب کریں اس میں مجھے mention کر دیا کریں۔ فیس بک پر مجھے بعض دفعہ نوٹی فیکیشن نہیں ملتا جس سے میں بہت سے پوسٹیں نہیں فالو کر سکتا۔ آپ کے اس گروپ کی سب سے پہلی پوسٹ ہی دیکھتا ہوں۔ آج نیچے دیکھا تو باقی اور بھی دو تین پوسٹیں تھی جن میں مجھے مخاطب کیا گیا تھا۔ mention کرنے سے ای میل کے ذریعے میں جلد

ہی آگاہ۔ جیسے یہ پوسٹ جمعے کے دن سے آپ نے لگائی ہوئی ہے مگر پہلے شاید بے دھیانی میں غور نہیں گیا یا ویسے ہی مس ہوگئی۔ Asif Bhatti

· Like · 1 Sunday at 4:57pm

.

Asif Bhatti اسمِ ربی۔ کوئِ بات نہیں۔ مجھے احساس ھے کہ ہم سب غلطی کر سکتے ہیں۔ شکریہ کہ آپ کی نظر پڑ گئی۔

· Like Monday at 6:38am

.

Well explained Mr. Bhatti .. JazakaAllah. Saeen Baba

· Like · 1 15 hours ago

امین

.

Ameen

Akbar

https://www.facebook.com/photo.php?fbid=1020100728837 5851&set=a.10200922042644761.1073741829.1576350077 &type=3&permPage=1

Discussion: Ameen Akbar, Asif Bhatti: Only Tagged Can Comment Plz

وَلادت عیسیٰ اور قرآن

By: Ameen Akbar

· Like · Remove Preview7 hours ago

- امین

انسانی مشاہدہ قانون الٰہی نہیں

محترم بھٹی صاحب، آپ کا پہلا اعتراض ان الفاظ پر مشتمل ہے۔

"کتاب ھٰذا کے صفحہ 2 پر انڈے اور مرغی کی نسبت سے جو بیان کردہ فسلفہ پر ذرا غور تو کیجئیے کہ کیا بلا کا ذہن پایا ھے۔ اگر تھوڑی سی جہت کرتے تو ایسی فضول سی باتوں پر وقت برباد نہ کرنا پڑتا۔ انڈے اور مرغی کا تعلق صرف یہی ھے کہ دونوں قوانین خداوندی کے تحت اپنا اپنا کام کر جاتے ہین۔ مرغی کے نیچے بطخ کے انڈے رکھ کر بھی لوگ اُن کے بچے حاصل کرتے رھے ہیں۔ اسی طرح بکثرت دیگر اقسام پرندوں کی ایسی پائی جاتی ہیں جن کے اپنے گھونسلے ہی نہیں ھوتے۔ وہ گھونسلے ہی نہیں بناتے بلکہ دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں سے اُن کے انڈے نکال کر اپنے انڈے وہاں رکھ دیتے ہیں۔ ذیل میں لنک پر کلک کریں

http://en.wikipedia.org/wiki/Bird_nest

اور عقلِ سلیم کو داد دیں کہ وہ کس طرح قوانین الٰہیہ کی رد پیش کرکے انسان کو ورغلاتے ہیں۔ کیا مرغی کے نیچے سے کبھی بطخ کے بچے نہیں لیے گئے۔ کیا کوئیل کے بچے کوے کے کھونسلے میں پیدا نہیں ھوئے۔ کیا دیگر پرندوں میں یہی خاصیت موجود نہیں۔ اسی سے انسان نے یہ جان لیا کہ مرغی کے انڈوں کو ایک خاص درجہ حرارت دیئے جانے سے بغیر مرغی کے بچے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اور مزید ریسرچ نے

اس کے ٹائم فریم میں بھی تبدیلی پیدا کر دی۔ اور یہ سب اللہ رب العزت کی طرف سے تسخیرِ کائنات کے مشتقافات ہیں۔ جو انسان کو جبلتی طور پر حاصل ہیں۔ یعنی کائنات کے علم۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ مرغی کا انڈے پر بیٹھنا قانون ھے۔ قدرتی طور پر تو ٹھیک ھے لیکن عقلی و منطقی اعتبار سے درست نہیں ھے۔ کیونکہ جنگلات ایکوبیٹرز تیار نہیں کر سکتے۔ اُن انڈوں کو قدرتی حرارت جانوروں کے جسم سے بہم پہنچائی جاتی ھے تا کہ ربوبیت عامہ میں کمی واقع نہ ھو جائے۔ بلکہ یہ سمجھنا کہ انڈوں کو ایک خاص درجہ حرارت دینے سے بچے حاصل کئے جاسکتے ہیں یہ قانون الٰہیہ ھے جو لا تبدل ھے۔"

محترم بھٹی میں صفحہ نمبر دو کی وضاحت ساتھ ساتھ کر دیتا ہوں۔

لاکھوں سال سے انسان ایک مشاہدہ کر رہا ہے۔ مرغی دس بارہ انڈے دیتی ہے۔ پھر ان انڈوں پر ایک مخصوص مدت کے لیے بیٹھ جاتی ہے۔ اس مخصوص مدت کی تکمیل پر، ان انڈوں سے چھوٹے چھوٹے چوزے نکل آتے ہیں۔

محترم یہ لاکھوں سال کی بات ہو رہی ہے لاکھوں سال سے انسان کا مشاہدہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک سمجھ لیں۔

اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے

اپنی پیدائش سے لے کر، چند دہائیوں قبل تک، انسان اسے ہی اللہ کا قانون سمجھتا تھا۔ یہ بات اس کے تصور سے بھی ماورا تھی کہ بغیر مرغی کے بیٹھے، ان انڈوں سے، چوزے نکل سکتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ اس ہی کو" خدا کا قانون لا تبدیل "مانتا تھا۔

یہ اپنی پیدائش کا مطلب انسان کی بحثیت مخلوق پیدائش ہے۔ وہی بات لاکھوں سال سے آج چند دھائیوں قبل تک کی۔ کہ انسان اپنے مشاہدے کو قانون کا درجہ دیتا تھا اور اسے لا تبدیل مانتا تھا۔

جیسے پہلے انسان نے مشاہدہ کیا کہ مرغی دس بارہ انڈے دیتی ہے۔ پھر ان انڈوں پر ایک مخصوص مدت کے لیے بیٹھ جاتی ہے۔ اس مخصوص مدت کی تکمیل پر، ان انڈوں سے چھوٹے چھوٹے چوزے نکل آتے ہیں۔ اسے اُس نے قانون خداوندی سمجھا۔ صرف اسی ایک معاملے میں انسان نے ہر معاملے میں اپنے مشاہدے کو قانون خداوندی کا درجہ دیا۔

ابھی چند سو سال پہلے تک لوگوں کے لیے زمین ہی نظام شمسی کا مرکز تھی۔ سائنس اور تاریخ کی کتابوں میں آپ نے بھی پڑھا ہو گا کہ اُن سائنس دانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا اُن لوگوں نے جو اپنے

مشاہدے کو اللہ کا قانون بنائے ہوئے تھے۔ کہا جاتا تھا سورج زمین کے گرد گھومتا ہے جس سے دن اور رات بنتے ہیں۔ اسے ہی اللہ کا قانون مانا جاتا تھا۔ چرچ تو ان نظریات کی مخالفت کرنے والے لوگوں سزائے موت تک دی ہے، جس پر آج معافیاں مانگی جاتی ہے۔

پھر کیا ہوا۔ انسان نے مرغی کے اس عمل پر تفکر و تدبر کیا، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ بات مرغی کی نہیں، بلکہ ایک مخصوص مدت تک، مخصوص درجہ حرارت کی ہے۔ چنانچہ انسان نے "انکیوبیٹر" ایجاد کئے ،فارم ہاوس قائم کئے۔ اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ روزانہ لاکھوں، کروڑوں چوزے، مرغی کے انڈوں پر بیٹھے بغیر، پیدا ہو رہے ہیں۔

کیسے ہوا ہو گا یہ سب۔ غالباً کسی ایک انسان نے دیکھا یا خود تجربہ کیا کہ مرغی کے انڈے بطخ کے نیچے رکھ کر بھی چوزے نکل آتے ہیں۔ پہلی دفعہ اس نئے "سائنس دان" نے اپنے تجربے کے بارے میں لوگوں کو بتایا ہو گا جب تک لوگوں نے خود نہیں دیکھا ہو گا یقین نہیں کیا ہو گا۔ اس کے بعد لوگوں کی نظر میں قانون خداوندی یہ رہا کہ جب تک مرغی یا بطخ انڈوں پر نہ بیٹھ جائے ان سے چوزے نہیں نکلتے۔ بھٹی صاحب، کیا یہ سب خدا کے قانون تھے؟ بالکل نہیں انسانی مشاہدہ تھا۔ جسے انسان زبردستی خدا کا قانون بنانے پر تلا ہوا تھا۔ اسی طرح ایک معاملے میں نہیں ہر معاملے میں تحقیق کے بعد وہ تمام خود ساختہ

قوانین الھیہ (انسانی مشاہدے) بدلتے رہے۔ اور آج انسان جدید تحقیق سے کیا نہیں کر رہا۔ اسے معلوم ہوتا جارہا ہے کہ کس پرندے کا گھونسلہ نہیں، کونسا جانور اپنے انڈے ریت میں دباتا ہے۔

آپ نے بھی اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ" ۔ اسی سے انسان نے یہ جان لیا کہ مرغی کے انڈوں کو ایک خاص درجہ حرارت دیئے جانے سے بغیر مرغی کے بچے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔"

اس سے اگلی بات میں سمجھ نہیں پاتا ہوں کہ" **اور مزید ریسرچ نے اس کے ٹائم فریم میں بھی تبدیلی پیدا کردی۔**؛ کیا آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ انسان اب 21 کی بجائے 12 دنوں میں انڈے سے چوزے نکلوا رہا ہے؟

اتنی بہترین تمہید میں حنیف صاحب نے کتنی خوبصورتی سے اپنا موقف واضح کردیا کہ انسانی معاملے میں بھی ہم دیکھیں تو لاکھوں سال تک انسان یہی سمجھتا تھا کہ انسان کی پیدائش مرد اور عورت کے جسمانی طور پر ملنے سے ہی ہوتی ہے۔ چند عشروں پہلے تک یہی قانون الہیہ تھا لوگوں کی نظر میں۔ مگر کیا یہ درست تھا؟ جسمانی طور پر ملنے کا قانون جدید تحقیقات کے بعد تبدیل ہو گیا ہے۔

جب ایک چیز قانون الہیہ ہوتی ہے تو وہ تبدیل کیوں ہوتی ہے؟ جو تبدیل ہو گئی وہ قانون تو نہ ہوئی نا۔

سب ہمارے مشاہدے ہیں جسے ہم قانون کا نام دے رہے ہیں۔ قانون صرف وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ قانون قرار دے۔

صفحہ نمبر 2 دوبارہ مطالعے کے لیے پیش ہے۔

لاکھوں سال سے انسان ایک مشاہدہ کر رہاہے۔ مرغی دس بارہ انڈے دیتی ہے۔ پھر ان انڈوں پر ایک مخصوص مدت کے لیے بیٹھ جاتی ہے۔ اس مخصوص مدت کی تکمیل پر، ان انڈوں سے چھوٹے چھوٹے چوزے نکل آتے ہیں۔

اپنی پیدائش سے لے کر، چند دہائیوں قبل تک، انسان اسے ہی اللہ کا قانون سمجھتا تھا۔ یہ بات اس کے تصور سے بھی ماورا تھی کہ بغیر مرغی کے بیٹھے، ان انڈوں سے، چوزے نکل سکتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ اس ہی کو " خدا کا قانون لا تبدیل" مانتا تھا۔

پھر کیا ہوا۔ انسان نے مرغی کے اس عمل پر تفکر و تدبر کیا، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ بات مرغی کی نہیں، بلکہ ایک مخصوص مدت تک، مخصوص درجہ حرارت کی ہے۔ چنانچہ انسان نے "انکیوبیٹر" ایجاد کئے، فارم ہاوس قائم کئے۔ اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ روزانہ لاکھوں، کڑوڑوں چوزے، مرغی کے انڈوں پر بیٹھے بغیر، پیدا ہو رہے ہیں۔

غور فرمایئے۔ خدا کا یہ "اندازہ اور پیمانہ" کہ انڈوں سے چوزوں کی پیدائش، مرغی کی عدم موجودگی میں بھی ممکن ہے ہمیشہ سے تھا، لیکن انسان اس سے واقف نہ تھا۔ اپنے مشاہدے کی بناء پر، اُس دور کا انسان نہ جانے کتنے مناظرے کرتا ہو گا۔ کتنے مباحثے کرتا ہو گا۔

کمنٹس:

صفحہ 5

Ameen Akbar

Like · Comment · Unfollow Post · Share · Edit · Saturday

Asif Bhatti باسمِ ربی. معذرت خواہ ہوں جب مضمون تیار کر رہا تھا تو چوزوں کی نشو و نما کے حوالے سے بھی کافی کچھ لکھا تھا. جن میں تبدیلی کی وجہ سے وہ چوزے قوانین بھی زیر بحث تیار کیا تھا. اُس کامنٹ میں میں نے ان پرندوں کی گروتھ کے بارے میں بھی کافی کچھ شامل کیا تھا. مگر پھر مضمون کی غیر ضروری طوالت کے پیش نظر صرف متعلقہ موضوع کے مطابق محدود کر دیا. آپ اس سطر کو خارج کر دیں. غلطی سے رہ گیا. ثم تتفکرو.

7 hours ago · Unlike · 1

Ameen Akbar

میں آپ کی وضاحت البم میں ہی ڈال دیتا ہوں تا کہ جو کمنٹ نہ پڑھے یہاں سے پڑھ سکے۔

عالم امر اور عالم خلق

اسلام علیکم: محترم آصف بھٹی صاحب، آپ کی تحریر جمیل کشیدہ فونٹ میں سرخ رنگ کے ساتھ اور میرا موقف جمیل نستعلیق سادہ فونٹ اور سیاہ رنگ میں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ الگ سے نوٹ لکھنے کی بجائے میرے خیال میں جو بات جہاں جواب طلب تھی وہیں اس کا جواب دے دیا جائے۔ الگ سے نوٹ لکھنے میں کوئی بات رہ نہ جائے اسی وجہ سے یہ فارمیٹ رکھا ہے۔ اس تحریر میں بنیادی بات میرے نزدیک عالم امر اور عالم خلق والی ہے اس لیے اسے یہی عنوان عالم امر اور عالم خلق دے رہا ہوں۔ امین اکبر۔

باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب کتاب ھٰذا کے صفحہ 21 تک کی عبارت کے مطالعہ سے معلوم ھوا کہ مولف یہ تصور رکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے تخلیق انسانی میں مختلف درجات پر اپنی حکمت کاملہ میں تبدیلی فرمائی۔ مثلاً موصوف فرماتے ہیں کہ خدا نے انسان کو کس طرح عدم سے وجود میں لایا

اور پھر اُس کو جوڑوں میں تقسیم کیا (حالانکہ وہ یہ وضاحت کرنے سے قاصر رہے کہ ان جوڑوں کی تقسیم کیسے فرمائی؟)

اس کا جواب مصنف نے کتاب کے صفحہ 16 اور 17 پر دیا ہے۔ جس کا عکس نیچے ہے۔

آیات بالا تخلیق انسانی کے ابتدائی مراحل کو نہایت بلیغ انداز میں واضح کر رہی ہیں۔ انسانی تخلیق کا یہ وہ دور ہے جب انسان آج کی حالت میں نہ تھا۔ رب کائنات نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے، اپنے مقرر کردہ "اندازوں اور پیمانوں" کے مطابق، انسان کو بغیر ماں باپ کے، اس مٹی سے تخلیق کیا۔ تخلیق انسانی کا یہ عمل، آج کے دور کے انسان کی تخلیق "تولید و تناسل" سے بلکل مختلف تھا۔ یہ وہ دور تھا، جب وہ خدا اپنے مقرر کردہ "اندازوں اور پیمانوں" کے مطابق، اس زمین پر انسانی حیات کے مرحلہ اول کی تکمیل کر رہا تھا۔

انسانی حیات کے مرحلہ اول کی تکمیل کے بعد خدائے دانا و بینا نے اپنے مقرر کردہ دوسرے " اندازے و پیمانے " کے مطابق، حیات انسانی کا دوسرا مرحلہ شروع کیا۔ اس مرحلہ میں انسان کو جوڑوں میں تقسیم کیا گیا۔ نر اور مادہ ۔۔۔۔ پھر ان سے نسل انسانی کو بذریعہ "تولید و تناسل" جاری و ساری کیا۔

یہاں مصنف نے بتا دیا ہے یہ سارا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے **اندازے اور پیمانے** کے مطابق کیا۔
اس ذات کے اندازے اور پیمانے انسان آج تک ان کو جاننے کی جستجو میں ہے۔

اور پھر اُن کو تولید و تناسل کے تحت مقرر فرما دیا۔ اس تمام وضاحت کے بعد موصوف پوچھتے ہیں کہ مولف کے سوالات

 کیا تخلیق انسانی کا یہ مرحلہ جو آج ہمارے سامنے ھے، اللہ کے مقررہ اندازوں و پیمانوں کی انتہا ھے؟

 یعنی غیر مبدل؟

 مزید براں کیا وہ اپنے مقررہ اندازو و پیمانوں "بزریعہ تولید و تناسل" کے آگے مجبور محض بن گیا ھے؟ کیا اس کا مقرر کردہ یہ اندازہ و پیمانہ حتمی ھے؟

 کیا وہ اس طرح ایک بار پھر اپنے اندازے اور پیمانے کو بدلنے پر قادر نہیں ھے؟

جوابات

 جی ہاں ہمارے لئے تخلیقِ انسانی کا یہ مرحلہ جو آج ہمارے سامنے ھے، اللہ رب العزت کے پیمانوں اور اندازوں کی انتہا ھے۔

اب آپ آگے اپنا جواب پڑھتے رہیں کیا وہ آپ کے مندرجہ بالا فقرہ سے میل کھاتا ہے؟

کیونکہ یہ ہمارا ایمان ھے کہ اللہ رب العزت کی ہر ہر بات اپنی حکمت بالغہ کے مطابق محکم ، مکمل اور اٹل ھے۔ مولف کی یہی کمزوری مجھے محسوس ھوتی ھے کہ وہ جب بات کرتے ہیں تو اُن کی سوچ کا مدار مشرق ھوتا ھے مگر اپنی غیر قرآنی غلط نگہی کی بنا پر وہ مشرق میں مغرب کو شامل کر کے دونوں رُخ سے وہی نتائج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اصولِ تحقیق کی بنا پر ہر چیز کے اجزاء کو سمجھنا ضروری ھے جب آپ کے پاس اجزاء موجود ھوں تو پھر آپ اُن پر تحقیق کر سکتے ہین۔ ھوائی مفروضوں پر تحقیق کبھی نہیں ھوا کرتی۔ فی الفور آج کے سائینسی علوم حاصل شدہ معلومات اور قرآنِ کریم کی تعلیمات سے ہم وہی کچھ بتا سکتے ہیں جن امور کا ہمیں علم ھے۔ کیونکہ ہم اس سے آگے کچھ نہیں جان سکتے اور نہ کہہ سکتے ہیں۔ ممکن ھے کہ تخلیق انسانی کے اس سے بہتر مرحلے بھی اللہ رب العزت کی قدرت میں ھوں۔ مگر ابھی تو ہماری پیدائش کا معمہ ہی حل نہیں ھو رہا اس

کے آگے ہم کیا بات کر سکتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی روشنی میں ہم انہیں قوانین کو حتمی تسلیم کر سکتے ہیں۔

اب آپ اوپر اپنا حتمی موقف دیکھ لیں کہ

جی ہاں ہمارے لئے تخلیقِ انسانی کا یہ مرحلہ جو آج ہمارے سامنے ھے، اللہ رب العزت کے پیمانوں اور اندازوں کی انتہا ھے۔

اوراسکے بعد اپنا یہ موقف دیکھیں۔

فی الفور آج کے سائینسی علوم حاصل شدہ معلومات اور قرآنِ کریم کی تعلیمات سے ہم وہی کچھ بتا سکتے ہیں جن امور کا ہمیں علم ھے۔ کیونکہ ہم اس سے آگے کچھ نہیں جان سکتے اور نہ کہہ سکتے ہیں۔ ممکن ھے کہ تخلیق انسانی کے اس سے بہتر مرحلے بھی اللہ رب العزت کی قدرت میں ھوں۔ مگر ابھی تو ہماری پیدائش کا معمہ

ہی حل نہیں ہو رہا اس کے آگے ہم کیا بات کر سکتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی روشنی میں ہم انہیں قوانین کو حتمی تسلیم کر سکتے ہیں۔

آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کو خود اس بات کا یقین نہیں جو آپ نے حتمی طور پر بیان کی ہے۔ ایک طرف آپ تخلیق انسانی کے موجودہ اندازوں اور پیمانوں کو انتہا مان رہے اور دوسری طرف مشکوک بھی ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ تخلیق انسانی کے اس سے بہتر مرحلے بھی اللہ رب العزت کی قدرت میں ہوں۔ ---------قرآنِ کریم کی روشنی میں ہم انہیں قوانین کو حتمی تسلیم کر سکتے ہیں۔

ایک بات جو آپ کے موجودہ علم اور مشاہدے کی بنیاد پر ہو کیسے حتمی ہو سکتی ہے۔ اسے تو کل کا کوئی دوسرا سائنسدان آ کر رد کر سکتا ہے۔ آپ اپنے مشاہدے کو قرآنی درجہ کیوں دے رہے ہیں؟ اس طرح تو اگر آپ کا مشاہدہ غلط ثابت ہو جائے تو نعوذ باللہ قرآن غلط ہو گا۔ سورۃ لقمان آیت 34 کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ماؤں کے رحم میں جو کچھ بھی ہے۔ جب تک انسانی مشاہدہ اس قابل نہیں ہوا تھا کہ الٹرا ساؤنڈ کر سکے اس وقت تک یہی حتمی تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی۔ الٹرا ساؤنڈ کے بعد اب دس مختلف طرح کی تاویلات سامنے آتی

ہیں کہ اس آیت کا مقصد یہ نہیں یہ ہے وغیرہ۔ ایک وضاحت تو آپ بھی پڑھ لیں کہ ((بہت سے مفسرین کو غلط فہمی ہوئی اورانہوں نے اس سے یہ مطلب لیا کہ اللہ ہی رحم مادر میں بچے کی جنس سے واقف ہے۔ یہ درست نہیں۔ یہ آیت جنین کی جنس کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ رحم مادر میں موجود بچے کی فطرت کیسی ہوگی۔ کیا وہ اپنے ماں باپ کے لیے بابرکت اور باسعادت ہوگا یا باعث زحمت ہوگا؟ کیا وہ معاشرے کے لیے باعث رحمت ہوگا یا باعث عذاب؟ کیا وہ نیک ہوگا یا بد؟ کیا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟ ان تمام باتوں کا مکمل علم اللہ تعالی ہی کے پاس ہے۔ دنیا کا کوئی سائنس داں خواہ اس کے پاس کیسے ہی ترقی یافتہ آلات کیوں نہ ہوں رحم مادر میں موجود بچے کے بارے میں کبھی ان باتوں کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا۔))

تو دیکھ لیں کس طرح ہر دور کے موجودہ علوم اور مشاہدات جو آپ کے نزدیک قرآن سے حتمی ہوتے ہیں کیسے بدلتے رہتے ہیں۔

یہ سوچ کس قدر غیر علمی اور نظریاتی بندشوں سے معمور ھے کہ بغیر فکر و تدبر کے اللہ تعالٰی کے لئے ایسی بے تکی سوال کریں کہ کیا وہ مجبور محض ھے۔ حالانکہ اس بات پر کئی مرتبہ گفتگو ھو چکی ھے۔ اور اکثر اہلِ علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ مجبور وہ ھوتا ھے۔ جس پر پابندی خارج سے عائد کی جائے۔ اور جس کا کوئی بس

نہ چلتا ہو۔ لیکن اگر کوئی اپنی کہی ہوئی بات، مقررہ کردہ اصول، قانون اور پیمانے کی پابندی اپنے پر لازم قرار دے لے تو اُسے مجبور کہنا صرف جہالت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ کیا مولف کو یہ علم نہیں کہ اللہ پاک کی صفت لا یخلف المیعاد ہے؟ 3/9۔ یعنی اپنے وعدے سے ٹلنے والا نہیں۔ اللہ رب العزت کے وعدے اُس کے قوانین ہیں۔

محترم اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ بالکل درست بات ہے۔ کونسے وعدے کے خلاف نہیں کرتا یہ بھی ساتھ ہی لکھا ہوا ہے " خدایا تو تمام انسانوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے. اور اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا" سورہ 3 آیت 9۔

اللہ تعالیٰ اپنے وعدے ضرور پورے کرے گا۔ وعدہ، وعدہ ہوتا ہے۔ قانون نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پکا ہے کہ یہ پورا ہو گا۔ وعدہ کو وعدہ ہی رہنے دیں اللہ کا وعدہ بھی پورا ہو گا اور اللہ کا قانون بھی تبدیل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے پورے ہونے ہیں وہ اور جو سنت وہ تبدیل نہیں کرتا وہ انہی آیات میں موجود ہیں جہاں ان باتوں کا ذکر آیا ہے۔

جس کے مطابق انسان سزا و جزا حاصل ہوتا ہے۔ یہ قوانین اٹل ہیں اور بغیر تخصیص کے ہر انسان کو ایک جیسا ہی نفع و نقصان بخشتے ہیں۔

مثلاً بارش کا پانی یہ نہیں دیکھتا کہ کونسا کھیت اللہ پاک کو ماننے والے کا ہے وہ ہندو کے کھیت پر بھی اُسی طرح برستا ہے جیسا کسی مسلمان کے یا دہریے کے کھیت پر۔

بالکل درست

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ رب العزت کے اختیارات لامحدود اور مطلق ہیں۔ لیکن اس نے خود ہی اپنے اختیارات پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ چونکہ یہ اس نے اپنی مرضی اور ارادے سے کیا ہے اس لئے اس سے اسکے قادرِ مطلق ہونے پر کسی قسم کا حرف نہیں یہ اس نے اپنی مرضی اور ارادے سے کیا ہے اس لئے اس سے اسکے قادرِ مطلق ہونے پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا۔ مثلاً
□ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴿٦/١٢﴾۔ اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم قرار دے رکھا ہے۔

دنیا جہاں کی سب چیزیں انسان کی بھلائی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عطا انسانوں پر رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی عطا کرنے کو رحمت کہا اور اسے فرض کر لیا۔ اس جو اس رحمت کی قدر

نہیں کرتا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے دوسرے پیمانے ہیں۔ جو قدر کرتا ہے اس کے لیے وعدے بھی ہیں۔ پرویز صاحب اس عطا کرنے کو سامان نشوونما کی فراہمی کی ذمہ داری کہتے ہیں۔

□ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿10:103﴾۔ حق ہے کہ ہم مومنوں کی جان بچائیں۔

□ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿30:47﴾۔ اور مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔

اس آیت میں جہاں مومنین کی مدد کی بات کی گئی ہے وہاں مجرمین سے انتقام بھی لیا۔ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں اپنے پیمانے کے مطابق ان کو ضرور پورا کرے گا۔

متذکرہ تین قرآنی آیات مقدسہ کی روشنی میں اللہ رب العزت اس بات کی وضاحت خود فرما رہے ہیں کہ یہ اُن پر لازم ہے، فرض ہے۔

جن معاملات میں فرض ہے ان کی وضاحت اس آیت کے پچھلے حصے میں کر دی گئی ہے۔ یہ آیت بھی سنت اللہ کی طرح اپنا پس منظر ساتھ لیے ہوئے ہیں۔

اب آپ اور مولف صاحب جیسے صاحب علم احباب لازم اور فرض کے کیا معنی لیتے ھو۔ یہ آپ پر منحصر ھے۔، مگر قرآنِ کریم سے یہ بات اٹل اور بالکل واضح سامنے آگئی ھے کہ اللہ رب العزت اپنے قوانین کی حفاظت، اپنے وعدوں کی صداقت اور اٹل ھونا ہی ثابت کر رھے ہیں۔ اب آپ ہی بتایئے کہ کیا یہاں اللہ رب العزت آپ کو (نعوذ باللہ من ذالک) مجبور دکھائی دے رھے ہیں۔ کیا وہ اُن پابندیوں کو تحفظ دینے کی خاطر اگر خود پر اُن کی پابندیاں عائد کرتے ہیں تو کیا وہ مجبور ھونگے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ انصاف والے ھونگے۔ وہ اصولوں کے پابند قرار پائیں گے۔ وہ وعدوں کو ایفاء کرنے والے قرار پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے وعدے بالکل اٹل ہیں۔ جو وعدے کیے گئے ہیں وہ انہی آیات میں موجود ہیں۔ اپنے وعدوں کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے خود کر دی ہے۔ اصل مسئلہ ہے آپ اس سے دوسرے معاملات کو قانون کا درجہ دیں۔ مجھے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کہا ہے کہ تولید و تناسل کا موجودہ طریقہ میرا حتمی قانون ہے؟

ویسے تو قرآنِ کریم سے بیشمار مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن یہ چند مثالیں سمجھدار انسان کے لئے کافی ہیں۔ اسی طرح عام طور پر گھروں میں ماں باپ گھر کے اصول مقرر کرتے ہیں وہ خود اُس کی پابندی کر

کے اپنے بچوں کو اُس کا عادی بناتے ہیں اب کیا کہیں کہ ماں باپ مجبور تھے۔ اُن اصولوں کی پابندی کرنے کو۔ ذرا سوچیں۔ مجھے حیرت ہے مولف کی عقل پر۔ وہ بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ رب العزت خود کو بہترین انصاف کرنے والا بتاتے ہیں۔ بہترین وعدہ ایفاء کرنے والا بتاتے ہین۔ اپنی بات کا اٹل ھونا بتاتے ہیں تو پھر اُن کو صرف نظر کر کے ایسے سوالات کرنے کا کیا مقصد ھے۔

ہماری گفتگو اللہ تعالیٰ کے پیمانوں پر ہو رہی ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے پیمانے اور قدریں تبدیل کرتا ہے نہیں۔ پیمانہ یا قدر الگ چیز ہے یہ قانون نہیں۔ وعدے الگ چیز ہیں۔ جو بالکل پورے ہونے ہیں۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود کو ہر شے پر قادر کہا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے وعدے توڑ دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم لاگو کرے، مختلف امتوں پر حلال و حرام کے حوالے سے مختلف شریعتیں اس کا قادر ہونے کا ہی ثبوت ہیں۔ نعوذ باللہ ہم یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پرانی بات بدل دی۔ نہیں! کلام، شریعت اور چیز ہے اور وعدے، سنت، قانون اور چیز۔

□ اب دیکھئیے دوسرا سوال کہ وہ اپنے مقررہ اندازو و پیمانوں "بزریعہ تولید و تناسل" کے آگے مجبور محض بن گیا ھے؟ یہ سوال اپنے آپ میں ہی مضائقہ خیز ھے۔ مولف کو قانون کی تعریف

کا شاید علم نہیں ہے۔ اور نا ہی محترم کو عدم سے وجود میں لانے کا مطلب معلوم ہے۔ تخلیق کے دو مرحلے ہیں۔ ایک عدم سے ظہور میں لانا۔ یہ عالمِ امر ہے۔ جس کی کنہ و حقیقت کے بارے میں انسان کو کوئی علم نہیں ہے۔ تخلیق آدم کے حوالے سے اُس پہلے جوڑے آدم کی تخلیق کو قانون تب کہا جا سکتا ہے۔ جب اللہ رب العزت نے اُس طریق پر دیگر آدم کو بھی پیدا کیا ہوتا۔ اور وہ آدم مشہود شکل میں ہمارے سامنے موجود ہوتا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے اُس کو قانون سے تعبیر کرنا کس طرح درست عمل قرار پا سکتا ہے۔ یہ صرف اپنے غیر قرآنی علم کو قرآنِ کریم سے سند حاصل کرنے کی ایک قبیح کوشش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ محترم قرآنِ کریم ایسی تمام فاسخ سوچوں کا توڑ پہلے سے ہی اپنے اندر محفوظ رکھتا ہے۔ دوسرا مرحلہ ظہور شدہ اشیائے کائنات کا باہم ملاپ کر کے نئی نئی ایجادات کرنا۔ اس کو عالم خلق کہا جاتا ہے۔ جس کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ اُن مخصوص قوانین کے تحت عمل کرنے سے وہ مخصوص نتائج حاصل ہو جاتے ہیں اس لئے اس کو قانون کہا جائے گا۔ قانون کی جامع تعریف ہی یہ ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا اور ہمیشہ ایسا ہی ہوگا۔ عورت اور مرد کے

ملاپ سے اگر وہ مرد اور عورت طبعی طور پر اُن تمام لوازمات اپنی درست حالت میں ھوں تو وہ بچہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ نتیجہ حاصل کیا جا سکتا ھے۔ اس لئے کہ یہ قانون اٹل ھے۔

لیکن موجودہ دور میں آئی یو آئی اور آئی وی ایف کے ذریعے بھی پیدائش ہو رہی ہے۔ تو کیا اب پیدائش کے دو قانون ہونگے؟ ایک تولید و تناسل اور دوسرا سائنسی۔؟

عالم خلق اور عالم امر پر محترم حنیف صاحب کا ایک کمنٹ محفوظ کیا ہوا تھا وہ پیسٹ کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ جواب ضرور دیں گے۔

Mohammad Hanif Ameen Akbar...

آپ جس کو سنت کہہ رہے ہیں وہ آپ کا مشاہدہ ہے بس۔ کتاب کے شروع میں ہی مرغیوں کے انڈوں سے بچے نکلنے کی مثال دی گئی ہے۔ وہ اگر سنت ہے تو وہ سنت تبدیل ہو چکی ہے۔ پہلے یہ تو ثابت ہو جائے کہ پیدائش کا موجودہ طریقہ ہی سنت اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کی پیدائش میں کس طرح سنت بدلی تھی، (عالم امر اور خلق کو درمیان میں لائے بغیر بتائیں)۔

Yesterday at 3:05pm

امین بھائی----------

آپ یہ شرط بھی عائد نہ کریں کہ عالم امر اور خلق کو درمیان میں نہ لائیں---ضرور لائیں جناب

------------پوری اجازت ھے---

میں نے متعدد بار یہ چیلنج پیش کیا ھے اب پھر چیلنج کرتا ھوں--

ھمارے یہ محترم بھائی خود اور جسے اپنے ساتھ ملانا چاھیں ان سب کے ساتھ "ابتدائی انسانوں" کی تخلیق کو بیان کریں---

امین بھائی----------

اگر ھمارے یہ دوست ابتدائی انسان کی تخلیق کو عالم امر کا عمل کہتے ھیں تو انہیں لازماً حضرت آدم کے حوالے سے کتب روایات میں بیان کردہ واقعات کو ماننا پڑے گا --

جو یہ کبھی بھی نہیں کریں گے--

اور اگر اس عمل کو عالم خلق کا عمل مانیں تو پھر لا محالہ انہیں اللہ کے مقرر کردہ پیمانوں میں تبدیلی کو تسلیم کرنا پڑے گا--

یہ ھی وجہ ھے کہ بار بار کے چیلنج کے باوجود ھمارے یہ دوست اس موضوع پر بات کرنے سے معذور ھیں--

پرویز علیہ رحمہ ابتدائی انسانوں کی تخلیق کے ارتقائی عمل کے قائل ھیں اور ھمارے ان دوستوں کے پاس سوائے پرویز علیہ رحمہ کے الفاظ اور نظریات کو دوھرائے جانے کے اور کوئی انتخاب ھے ھی نہیں۔۔

جاری ھے

May 13 at 6:36pm · Unlike · 2

Mohammad Hanif اب ھم اس ارتقائی عمل پر غور کرتے ھیں۔۔

کائنات کی کوئی بھی ذی حیات مخلوق بغیر خوارک کے زندہ نہیں رہ سکتی۔۔

سائنس کہتی ھے کہ ھماری یہ زمین پہلے سورج کا حصہ تھی۔۔ ایک حادثہ کے نتیجہ میں یہ سورج سے الگ ھوکر اپنے محور پر گردش کرنے لگی۔۔ اس دور میں زمین کا درجہ حرارت لاکھوں ڈگری فارن ھائیٹ تھا۔۔ مختلف گیسوں کے کیمائی عمل کے نتیجہ میں اس زمین پر بارشوں کا آغاز ھوا۔۔ صدیوں کے اس عمل کے بعد، زمین کا درجہ حرارت کم ھونا شروع ھوا۔۔ پانی برسنے کے نتیجہ میں سمندر، پہاڑ، میدان وغیرہ تشکیل پائے۔۔

اس طرح ایک طرف سمندر اور دوسری طرف زمین پر سبزہ اگنا شروع ھوا۔

پھر سمندر میں آبی مخلوق پیدا ھوئی۔۔ کیونکہ ان کے لئے خوراک سبزہ کی صورت میں موجود تھی چنانچہ یہ آبی مخلوق نشو ونما پاتی چلی گئی بلکل اس ھی طرح وہ جانور اور پرندے پیدا ھوئے جن کی خوراک زمین کی پیداوار تھی۔۔ یعنی گائے بھینس بکری وغیرہ

پھر درندے پیدا ھوئے کیونکہ ان کی خوراک ان چرندوں کی شکل میں موجود تھی۔۔ اس ھی طرح ایسے پرندے بھی پیدا ھوگئے جن کی خو درندوں والی تھی۔۔

آخر میں انسان پیدا ھوا۔۔ کیونکہ یہ سبزہ بھی کھاتا ھے اور گوشت بھی۔۔

یہ ھے مختصر الفاظ میں، سائنس کا نظریہ ارتقاء۔۔۔

اب آپ بتائیں کیا پہلے بارشوں کا ھونا، چند سالوں کی بات ھے ؟؟؟؟

کیا آبی مخلوق کی افزائش چند سالوں کی بات ھے ؟؟

چرندوں، درندوں کی پیدائش چند سالوں کی بات ھے ؟؟؟

یہ کروڑوں سال کا عمل ھے۔۔ یعنی کائنات کی تخلیق کے کڑوڑوں سال کے بعد انسان پیدا ھوا ۔۔۔

اب اس سوال کا جواب تو ھمارے ان بھائیوں کو دینا چاھیے کہ تخلیق کائنات کے کروڑوں سالوں کے بعد انسان کی تخلیق کس طرح "عالم امر" سے منسوب کی جاسکتی ھے ؟؟؟؟؟

جاری ھے

May 13 at 6:37pm · Unlike · 3

Mohammad Hanif ابتدائی انسان کی بغیر ماں باپ پیدائش کو ھمارے یہ دوست بھی تسلیم کرتے ھیں۔۔

اب تخلیق کائنات کے کروڑوں سال کے بعد جب بغیر ماں اور باپ کے انسان پیدا کیا گیا، تو یہ تو اس کائنات کا فعل تھا۔۔

ابتدائی انسانوں کی تخلیق کا یہ عمل ھمارے ان دوستوں کے مطابق "خدا کا قانون" ھی تھا۔۔ اور پھر ارتقاء کے ماھرین کہتے ھیں کہ یہ دور بھی چند سالوں تک محدود نہ تھا۔۔ یہ دور بھی صدیوں جاری رھا۔۔

پھر اس طرح پیدا ھونے والے انسان، جو نر بھی مادہ بھی تھے۔۔ ان کے باھمی اختلاط سے انسانی افزائش شروع ھوئی۔۔

اب سوال یہ ھے کہ یہ جو صدیوں تک انسان بغیر ماں اور باپ کے پیدا ھوتا رھا، کیا وہ قانون خداوندی نہ تھا۔۔ کیا اس کا تعلق اس ھی عالم خلق سے نہ تھا؟؟

ھمارے ان دوستوں کے مطابق یہ عمل بھی تو قانون خداوندی تھا، تو کیوں انسانوں کی پیدائش بذریعہ تولید و تناسل کر دی گئی ۔۔ پہلا قانون بدل دیا گیا۔۔۔ دوسرا نافذ کر دیا گیا۔۔ اور ؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

اب اس بات کا کیا ثبوت ھے کہ اختتام کائنات تک پیدائش کا عمل اس ھی طرح بذریعہ تولید و تناسل ھی رھے گا؟؟

جاری ھے

May 13 at 6:39pm · Unlike · 4

Mohammad Hanif ھمارے یہ دوست بغیر سوچے سمجھے دعوے کر دیتے ھیں۔۔ خلاف قرآن بات بھی عین قرآن کہہ کر کر دیتے ھیں۔۔

ابھی ھمارے ایک محترم دوست ڈاکٹر عمر شہزاد صاحب نے ایک لنک دیا۔۔ ڈاکٹر صاحب ایک طرف ماھر کنسلٹنٹ ھیں، آسٹریلیا میں پریکٹس کرتے ھیں، تو دوسری طرف قرآن کریم کے مخلص طالب علم ھیں۔۔

اب ان کے انتہائی سنجیدہ نقطہ کو سطحی انداز میں اڑادیا گیا کہ جناب اسے انسانوں پر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔۔

میرے بھائی۔۔۔۔۔۔۔

کیا میڈیکل، سائنس اور پھر اللہ کریم کی ذات، آپ کے فیصلوں کی محتاج ھے؟؟

کیا ھمارے یہ دوست بتاسکتے ھیں کہ قرآن کریم نے تو دیگر سمٰوات پر بھی مخلوق کی موجودگی بیان کی ھے۔۔۔

آپ کی محدود علمی صلاحیت کیا اس بات کا تصور بھی کر سکتی ھے کہ اس زمین سے باھر کوئی مخلوق کیسے ھو سکتی ھے؟؟؟

وہ کس طرح سے پیدا کی گئی؟؟

اس زمین کی مخلوق کا آپ کے الفاظ میں قانون زندگی تو یہ ھی ھوگا نہ کہ اوکسیجن ھو، پانی ھو، آئیڈیل درجہ حرارت ھو۔۔۔

اور ابھی تک کی دستیاب معلومات کے مطابق ایسا کوئی سیارہ ھمارے سامنے ھے ھی نہیں۔۔۔ تو کیا معاذ اللہ قرآن جھوٹ بول رھا ھے ؟؟؟

جس نام نہاد قانون تخلیق کا رونا دن رات رویا جاتا ھے، جسے کبھی بھی قرآن سے ثابت نہیں کر سکے، اس قانون تخلیق کے مطابق دیگر سیاروں پر مخلوق کا تصور کس طرح کیا جا سکتا ھے ؟؟؟

سچ تو یہ ھے کہ ھمارے یہ بھائی، محض پرویز علیہ رحمہ پر آ کر رک گئے ھیں۔۔ اس ھی کو قرآن "جہیم" کہتا ھے۔۔ رک جانا۔۔ جمود کا شکار ھو جانا۔۔۔

اللہ کریم ھمیں اس جہنم سے محفوظ رکھے۔۔ دین خالص کی طرف راھنمائی عطا فرما دے۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے

پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

خدایا! آرزو میری یہی ہے

مر انور بصیرت عام کر دے

سلامت رہیں

May 13 at 6:40pm · Unlike · 4

Mohammad Hanif قرآن اللہ کو "بدیع السمٰوت و الارض" اور فاطر السموات و الارض" کہتا ھے۔۔۔ اس کے معنی عدم سے وجود میں لانا کہتے ھیں۔۔ یہ وہ صفات خداوندی ھیں جن کا تعلق عالم امر ھے ۔۔ جہاں خدا کا ارادہ ھی اس کا قانون ھوتا ھے ۔۔ جس کے لیے وہ کسی ضابطہ کا پابند نہیں ھوتا۔۔ ارشاد باری تعالیٰ ھے۔۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ [٢٢:٢١] لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ [٢٣:٢١]

اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دُوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا پس پاک ہے اللہ ربّ العرش اُن باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں ۔۔ وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں ہے اور سب جواب دہ ہیں [ابوالاعلی مودودی]

اب یہ بات ھمارے بھائی صاحب کو قرآن کریم سے ثابت کرنی چاھیے کہ "فطر" اور "س ن ن" دونوں ایک ھی مفہوم کے مادے ھیں۔۔۔

سلامت رھیں

اب دیکھئیے کہ تیسرا سوال کہ کیا وہ اس طرح ایک بار پھر اپنے اندازے اور پیمانے کو بدلنے پر قادر نہیں ھے؟ ایک منٹ کے لئے یہ تصور کریں کہ مولف کا تصور درست ھے تو پھر اسی سوال کو دوسرے رُخ سے دیکھئیے کہ اُس کو اپنے اندازے و پیمانے تبدیل کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اگر آپ اس پہلو سے دیکھیں گے تو آپ کو مولف کا سارا تصور غیر اہم اور ایک الف لیلوی کہانی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ کیونکہ اس سے یہ نکتہ ازروئے تفکر وضاحت کا متقاضی ھو گا کہ کیا وہ اپنے مقررہ قوانین کی حفاظت کرنے پر کیوں قادر نہیں ھے۔ اس سے اللہ رب العزت کے عہد، کلام اور قوانین میں جو تغیر پیدا ھو گا۔ اُس کی تردید ہی ناممکن ھو جائے گی۔ لہٰذا اُس کے قادر ھونے میں کوئی دوسری بات نہیں مگر اُس کے تصور پر غیر مند اور وعدہ خلافی کی دبیر دھول اُس کے تصور کو معدوم کر دے گی۔ اور جو

قانون، کلام غیر مستند، اور وعدہ خلافی کے زمرے میں آجائیں اُن پر ایمان کی بنیاد رکھنا بے عقلوں کا کام ھے۔ یوں تو توحید کا سارا تصور ہی ختم ھوجائے گا۔ اس لئے خدا کا ایفائے عہد، بات کا سچا، اور اُس کی بات یعنی قانون کا اٹل ھونا ہی توحید کی نوریں مشعل ھے۔ پلیز اس کو مت بجھائیں اور قرآنِ کریم سے جس طرح میں نے مولف کارد پیش کیا ھے۔ آپ بھی کر کے میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔ ثم تتفکرو۔

· · Unfollow Post · Friday at 12:47amLike

جی محترم جیسا کہ پچھلے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ موجودہ دور میں آئی یو آئی اور آئی وی ایف کے ذریعے بھی پیدائش ہو رہی ہے۔ تو کیا اب پیدائش کے دو قانون ہونگے؟ ایک تولید و تناسل اور دوسرا اسائنسی۔ ایک سوال اور کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی پیدائش کا "قانون" کون سی آیت میں پیش کیا ہے؟ کہاں لکھا ہے کہ تولید و تناسل ہی انسانی پیدائش کا حتمی قانون ہے؟

چند ضروری سوالات

محترم بھٹی صاحب۔ اپنی پچھلی پوسٹ عالم امر اور عالم خلق میں جو ساتھ کی ساتھ چند سوالات ہیں وہ اور چند چیزوں کے بارے میں آپ کا موقف جاننا چاہتا ہوں۔ امید ہے اس بارے میں ضرور آگاہی دیں گے۔

سوال نمبر 1: عالم امر کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ وہ عالم امر اب بھی وجود رکھتا ہے یا قصہ پارینہ بن کر ختم ہو گیا ہے۔

سوال نمبر 2: عالم خلق کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ کتنے عرصے تک اس عالم خلق کی اشیاء عالم امر میں شمار رہیں گی؟

سوال نمبر 3: کتب روایات اور احادیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر مٹی کا پتلا بنایا۔ اس کے بعد اس پتلے میں روح پھونکی، اس کا نام آدم رکھا گیا اور فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ پھر اسی آدم کی پسلی سے اس کا جوڑا (زوج) یعنی حوا کو پیدا کیا۔ اس جوڑے کو جنت میں رکھا گیا۔ شیطان کے ورغلانے کے بعد اس جوڑے کو زمین پر بھیج دیا گیا۔ آج کرہ ارض کے سب انسان اسی جوڑے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا کی اولاد ہیں۔
کیا آپ اس بیان سے متفق ہیں؟
اگر نہیں تو وضاحت کریں کہ اولین جوڑا یعنی مرد اور عورت کی تخلیق کہاں اور کیسے ہوئی؟

کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات پر پابندی لگالی ہے؟

محترم بھٹی صاحب، آپ کے اٹھائے گئے سوالات پر پر ہی چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔پہلے بھی آپ سے اس سلسلے میں وضاحت کی تھی، مگر چند پوائنٹس اور ہیں اگر ان پر بھی نظر ڈال لیں تو۔پہلے کی طرح آپ کی لکھاہوا سرخ اور کشیدہ فونٹ میں ہے۔

یہ بات قابلِ غور ھے کہ اللہ رب العزت کے اختیارات لامحدود اور مطلق ہیں۔ لیکن اس نے خود ہی اپنے اختیارات پر پابندی عائد کر رکھی ھے۔چونکہ یہ اس نے اپنی مرضی اور ارادے سے کیا ھے اس لئے اس سے اسکے قادرِ مطلق ھونے پر کسی قسم کا حرف نہیں یہ اس نے اپنی مرضی اور ارادے سے کیا ھے اس لئے اس سے اسکے قادرِ مطلق ھونے پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا۔مثلاً ﴿ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ (۶/۱۲)۔اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم قرار دے رکھا ھے۔ ﴿ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (۱۰۳)۔ حق ھے کہ ہم مومنوں کی جان بچائیں۔ ﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (۴۷)۔ اور مومنین کی مدد کرنا ہم پر

فرض ہے۔ متذکرہ تین قرآنی آیات مقدسہ کی روشنی میں اللہ رب العزت اس بات کی وضاحت خود فرمارہے ہیں کہ یہ اُن پر لازم ہے، فرض ہے۔ اب آپ اور مولف صاحب جیسے صاحب علم احباب لازم اور فرض کے کیا معنی لیتے ہو۔ یہ آپ پر منحصر ہے۔،

سب سے پہلے تو یہ جملہ کہ

"یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ رب العزت کے اختیارات لامحدود اور مطلق ہیں۔ لیکن اس نے خود ہی اپنے اختیارات پر پابندی عائد کررکھی ہے"

مذکورہ بالا جملہ پرویز صاحب کا مخصوص جملہ ہے (جہان فردا، صفحہ نمبر 2)، لیکن کوئی اس جملہ کو ثابت نہیں کر سکتا کہ اللہ کریم نے اپنے اختیارات پر پابندی لگا رکھی ہے، کس طرح؟ کیا اللہ میاں نے مخصوص پرویز صاحب کے کان میں آکر انہیں اس بات کی اطلاع دی ہے۔ کون سی سورس ہے جس کی بنیاد پر اتنا بنیادی دعویٰ کیا جاتا ہے۔ سارا قرآن پڑھ لیں، کیا کہیں بھی اللہ

کریم نے اس طرح کا کوئی جملہ کہا ہے کہ میں نے اپنے اختیارات پر پابندی لگا دی ہے؟ یہ کتنی بڑی جرات ہے۔

آپ نے اپنے اس دعویٰ کے حق میں جو تین آیات پیش کی گئی ہیں، ان کا اس دعوے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اگر میں کسی مخصوص معاملے میں اپنا ردعمل ظاہر کروں، تو میرا یہ ردعمل میرے دیگر معاملات پر کس طرح نافذ ہو جائے گا؟ اگر میں یہ کہوں کہ میں عشاء کی نماز سے دس منٹ پہلے لازماً مسجد پہنچ جایا کروں گا تو اس سے یہ قانون کس طرح طے کیا جا سکتا ہے کہ میں ہر نماز سے دس منٹ پہلے مسجد پہنچا کروں گا؟ اب آتے ہیں آپ کی پیش کردہ آیت مبارکہ کی طرف۔ سورہ انعام کی آیت مبارکہ اس طرح ہے۔

قُل لِّمَن مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُل لِّلَّهِ ۚ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ [٦:١٢]

اس آیت مبارکہ میں لفظ "کتب" کا معنی صرف قانون لیا جاتا ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ اس لفظ کے معنی "ذمہ داری" اور "فیصلہ" کے بھی ہوتے ہیں۔ جب یہ لفظ انسانوں کے لئے کہا جائے گا تو حکم اور فرضیت کے معنی میں آئے گا۔ جیسے "کتب علیکم صیام" یا "کتب علیکم القصاص" ہے۔ لیکن یہ حکم یا فرضیت غیر متبدل ہرگز نہیں ہوتی۔ جیسا کہ روزوں کی فرضیت کے ساتھ اس کی استثنیات کا بھی ذکر کر دیا گیا کہ اگر یوں ہے نہ رکھو بلکہ فدیہ دے دو۔ یا بعد میں پورے کر لو۔ اس ہی طرح "قصاص" ہے۔ جان کے بدلے جان، مال کے بدلے مال۔ لیکن اگر فریقین

باہمی رضامندی سے چاہیں تو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ جب خدا یہ کہتا ہے کہ "کتب علی نفسہ الرحمہ" تو اس کے معنی ہر گز یہ نہیں ہیں کہ اس نے خود کو اس امر پابند کر لیا ہے۔ اس مقام پر "کتب" کا معنی "فرضیت" ہو ہی نہیں سکتا۔ اس مقام پر اس کے معنی "ذمہ داری" یا "فیصلہ" کے ہیں۔ یعنی اللہ یہ فرمارہے ہیں کہ جب کائنات میں موجود ہر شئے ہماری ملکیت ہے تو یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کائنات میں موجود ہر شئے کی ضروریات پوری کریں۔ دیکھیں پرویز صاحب نے اس کا کیا مفہوم پیش کیا ہے۔

۱۲ ان سے کہو کہ ان تاریخی شواہد کے ساتھ، نظام کائنات پر بھی غور کرو اور دیکھو کہ

اس میں اقتدار اور قانون کس کا کار فرما ہے، اور یہ کس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے یوں سرگرم عمل ہے؟ اِن سے کہو کہ (جیسا کہ تمہیں خود اس کا اعتراف ہے، ۲۹/۶۱) یہ تمام سلسلۂ خدا کے پروگرام کے مطابق چل رہا ہے، اور چل اس لئے رہا ہے کہ ہر شے کو اس کی نشوونما کا سامان ملتا رہے۔ اس لئے کہ جس نے اسے پیدا کیا ہے اس نے سامان نشوونما کا بہم پہنچانا بھی اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ خارجی کائنات میں تو یہ نظام بلا روک ٹوک جاری رہتا ہے لیکن انسان اپنی دنیا میں، اس کی مزاحمت کرتا ہے۔ لیکن اس کی مزاحمت کیسے روا رکھی جا سکتی ہے؟ لہذا سوچو کہ اگر تم اس نظام ربوبیت کے راستے میں روک بن کر کھڑے ہو جاؤ تو تمہیں کھڑا رہنے دیا جائے گا؟ ایسا نہیں ہو گا۔ تمہیں ایک عظیم انقلاب سے دوچار ہونا پڑے گا —— اور ضرور ہونا پڑے گا۔
ان حقائق کی موجودگی میں، ایسی عظیم صداقت سے انکار وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو تباہ کر چکے ہوں۔

دوسری آیت جو آپ نے پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۖ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ [۳۰:۴۷]

عربی زبان میں اس لفظ "حق" کے معنی ہیں۔ ایسی ثابت شدہ حقیقت جس سے انکار ممکن ہی نہ ہو ۔ چنانچہ جب تیر انداز کا تیر بالکل ٹھیک نشانہ پر لگتا ہے اور شکار مردہ حالت میں بطور ناقابل تردید ثبوت کے سامنے پڑا ہو تو اسے "رمیٰ فَاَحَقَ الرَمیۃ" کہا جاتا ہے۔ تاج العروس، راغب۔

آیت بالا میں اس لفظ "حقا" سے پہلے "کان" فعل ماضی ہے۔ چنانچہ آیت کا درست مفہوم اس طرح ہے

"اور درحقیقت ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے (تکذیب کرنے والے) مجرموں سے بدلہ لے لیا، اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر تھا (اور ہے)" [طاہر القادری]

یعنی یہ ہماری ذمہ داری تھی کہ ہم ایسا کرتے، سو ہم نے ایسا کیا۔ یہ بات ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ہم ایک طرف مجرمین کو سزا دیں تو دوسری طرف مومنین کی مدد کریں۔

بھلا بتائیں کہ اس آیت سے بھی کس طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کریم نے اپنے تمام اختیارات پر پابندی لگا دی ہے؟

یہ ہی صورتحال سورہ یونس کی آیت مبارکہ میں بھی ہے جہاں اللہ کریم اس " ثابت شدہ " حقیقت کو بیان فرمارہے ہیں کہ مومنین کی مدد ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے فرمایا۔

" کو قانون کہا جائے گا۔ قانون کی جامع تعریف ہی یہ ھے کہ اگر تم ایسا کروگے تو اس کا نتیجہ یہ ھوگا اور ہمیشہ ایسا ہی ھوگا"

جناب بالکل درست فرمایا۔ آپ سے متفق ہوں۔ مگر اس میں تو آپ کی کوتاہ بینی ہے کہ آپ نے مرد اور عورت کے جسمانی ملاپ کو قانون سمجھ لیا ہے۔ ورنہ قانون تو یہ ہے کہ اسپرم عورت کے انڈے سے ملاپ کرے تو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اب یہ اسپرم کس طرح عورت کے انڈے تک پہنچتا ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جو کام ایک مرد اپنے جنسی عضو سے لیتا ہے یعنی اسپرم عورت کی " فلوپین ٹیوب " تک پہنچاتا ہے، وہی کام اب ایک " کیتھٹر " کے ذریعے بھی کیا جاتا ہے۔ اگر مرد اور عورت کا جسمانی ملاپ قانون ہوتا تو پھر اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے بچہ پیدا ہونا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اگر دیگر طریقوں سے بچہ پیدا ہو رہا ہے تو پھر خود آپ کے بیان کے مطابق کہ ہمیشہ ایسا ہو گا کے دائرے میں تو نہیں آرہا۔ اس لیے قانون کی شرائط تو پورا نہ ہوئی نا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ

"ب اب دیکھیئے کہ تیسرا سوال کہ کیا وہ اس طرح ایک بار پھر اپنے اندازے اور پیمانے کو بدلنے پر قادر نہیں ھے؟ ایک منٹ کے لئے یہ تصور کریں کہ مولف کا تصور درست ھے تو پھر اسی سوال کو دوسرے رُخ سے دیکھیئے کہ اُس کو اپنے اندازے و پیمانے تبدیل کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اگر آپ اس پہلو سے دیکھیں گے تو آپ کو مولف کا سارا تصور غیر اہم اور ایک الف لیلوی کہانی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ کیونکہ اس سے یہ نکتہ ازروئے تفکر وضاحت کا متقاضی ھو گا کہ کیا وہ اپنے مقررہ قوانین کی حفاظت کرنے پر کیوں قادر نہیں ھے۔ اس سے اللہ رب العزت کے عہد، کلام اور قوانین میں جو تغیر پیدا ھوگا۔ اُس کی تردید ہی ناممکن ھوجائے گی۔ لہٰذا اُس کے قادر ھونے میں کوئی دوسری بات نہیں مگر اُس کے تصور پر غیر مسند اور وعدہ خلافی کی دبیر دھول اُس کے تصور کو معدوم کر دے گی۔ اور جو قانون، کلام غیر مستند، اور وعدہ خلافی کے زمرے میں آجائیں اُن پر ایمان کی بنیاد رکھنا

بے عقلوں کا کام ہے۔ یوں تو توحید کا سارا تصور ہی ختم ہو جائے گا۔ اس لئے خدا کا ایفائے عہد، بات کا سچا، اور اُس کی بات یعنی قانون کا اٹل ہونا ہی توحید کی نوریں مشعل ہے۔ پلیز اس کو مت بجھائیں اور قرآنِ کریم سے جس طرح میں نے مولف کارد پیش کیا ہے۔ آپ بھی کر کے میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔ ثم تتفکرو۔"

اب اسے کہنا تو جہل چاہیے مگر خیر۔۔۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَسْأَلُهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ [۲۹:۵۵]

پرویز صاحب نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے۔

"ارض و سمٰوات میں جو کچھ بھی ہے اپنی نشو و نما کے لئے خدا کا محتاج ہے۔ پھر ان چیزوں کا یہ عالم نہیں کہ وہ ہمیشہ ایک ہی حالت پہ رہتی ہیں اس لئے انہیں ایک ہی قسم کا سامان نشو و نما ملتا رہتا ہے۔ یہ چیزیں ہر آن تغیر پذیر رہتی ہیں۔ ان کی حالت میں ہر وقت تبدیلی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ان کی نشو و نما کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ رحم مادر کے اندر جنین کی نشو و نما کا تقاضا کچھ اور ہے اور بچے کی پرورش کا تقاضا کچھ اور۔ بڑے کی پرورش کا تقاضا کچھ اور ہے۔ جب تک کوئی شئے ایک حالت میں رہتی ہے خدا کی صفت رحیمیت کے مطابق اس کی نشو و نما ایک

انداز سے ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جوں ہی اس کی حالت بدلتی ہے اس کی صفت رحمانیت کے مطابق اس کی نشو و نما کے انداز و طریق میں بھی، ہنگامی تبدیلی آجاتی ہے۔ یوں عمومی ارتقا اور ہنگامی ارتقاء کے قوانین خداوندی کے مطابق ہر شے اپنے نقطہ آغاز سے منزل تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ (لغات القرآن صفحہ نمبر 739 اور 740)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شئے کو تخلیق کیا لیکن کوئی بھی شئے یکبارگی تخلیق نہیں کی گئی۔ اللہ چاہتا تو پورا ایک مرد یا عورت پیدا فرما سکتا تھا لیکن اس کی حکمت بالغہ کے مطابق یہ درست نہ تھا، چنانچہ اس نے پہلے ایک بچہ پیدا کیا، پھر اسے مختلف مراحل سے گزار کر ایک جوان آدمی بنا دیا۔ ایک بچہ سے ایک جوان آدمی بننے کے دوران اسے کیا کیا چاہیے، اس کے اندازے اور پیمانے اس رب کریم نے پہلے ہی مقرر فرما دیے۔ جیسے جیسے یہ بچہ اپنی عمر کے مدارج طے کرتا چلا جاتا ہے اسے اس اس درجے کے مقرر شدہ اندازے اور پیمانے کے مطابق سہولیات فراہم کر دی جاتی ہیں۔ یہ ہی ساری کائنات کا نظام ہے۔ اس ہی کو اللہ کی رحمت کہتے ہیں۔ اب یہ تو آپ کی کوتاہ بینی ہے کہ ایک مرحلے کے اندازہ اور پیمانے کو آپ آئندہ کے ہر مرحلے پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ہی وہ بنیادی غلطی ہے جس کی وجہ سے، جب دوسرے مرحلے کے اندازے اور پیمانے کا ظہور ہوتا ہے تو آپ اسے خدا پر وعدہ خلافی کا رنگ دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی ایک مخصوص مرحلے کے لئے مقرر اندازے اور پیمانے کے وقت خدا نے تو کبھی نہیں کہا کہ یہ ہی پیمانہ آئندہ کے ہر مرحلے پر نافذ ہو گا۔

خدا نے اس کائنات کو اپنی مرضی کے مطابق، طے شدہ اندازوں اور پیمانوں کے تحت اس کی انتہا تک پہنچانا ہے۔ آج ہمارے دور تک کائنات کو جس مقام پر ہونا چاہیے، اس کا جو اندازہ اور پیمانہ اللہ رب العزت نے طے کیا ہوا ہے، یہ کائنات اس ہی کے مطابق ہے۔ پہلے انسان دیئے جلا کر روشنی حاصل کرتا تھا، پھر بلب، اب سیور۔ تو کیا یہ طے ہے کہ آئندہ ہزاروں سال کے بعد بھی انسان بلب ہی سے روشنی حاصل کرے گا؟

جس شئے کو آپ اللہ کے قانون یا وعدے کی خلاف ورزی پر محمول کر رہے ہیں، دراصل وہ اللہ کریم کے طے کئے ہوئے اندازے اور پیمانے ہیں۔ جو ہر شئے کی بدلتی ہوئی حالت کے مطابق اس کی ضروریات کو پورا کر رہے ہیں۔ یہ وعدہ خلافی یا قانون شکنی نہیں کیونکہ اللہ کریم نے کہیں بھی اپنے مقرر کردہ اندازوں اور پیمانوں کو اپنا قانون یا وعدہ نہیں کہا ہے۔

محترم بھٹی صاحب آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

"ہوائی مفروضوں پر تحقیق کبھی نہیں ہوا کرتی۔ فی الفور آج کے سائینسی علوم حاصل شدہ معلومات اور قرآنِ کریم کی تعلیمات سے ہم وہی کچھ بتا سکتے ہیں جن امور کا ہمیں علم ہے۔ کیونکہ ہم اس سے آگے کچھ نہیں جان سکتے اور نہ کہہ سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ تخلیق انسانی کے اس سے بہتر مرحلے بھی **اللہ رب العزت کی قدرت میں**

ھوں۔ مگر ابھی تو ہماری پیدائش کا معمہ ہی حل نہیں ھو رہا اس کے آگے ہم کیا بات کر سکتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی روشنی میں ہم انہیں قوانین کو حتمی تسلیم کر سکتے ہیں"

محترم آپ کی اس تحریر میں ایک فقرہ کفریہ شامل ہے آپ نے لکھا ہے " **ممکن ھے** کہ تخلیق انسانی کے اس سے بہتر مرحلے بھی **اللہ رب العزت کی قدرت میں** ھوں"

اللہ مالک وخالق کے حوالے سے کسی شئے کو امکان کے دائرہ میں لانا، اس سے بڑی توہین ربی کیا ہو سکتی ہے؟ آپ کا یہ فقرہ خود آپ کے ایمان پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ کائنات کی کون سے جائز نا جائز، عام، خاص، چھوٹی بڑی، شئے ہے جو اس باری تعالیٰ کے دست قدرت سے ماورا ہے؟ ایک عبد مومن کا تو یہ ایمان ہوتا ہے کہ ہر شئے اس رب ذوالجلال کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ مالک ہے۔ آقا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ اگر کرے تو بھی اس کی مرضی اگر نہیں کرتا تو بھی اس کا استحقاق۔

درست فقرہ یہ ہونا چاہیے کہ " **ممکن ہے** کہ تخلیق انسانی کے اس سے بہتر مرحلے بھی اللہ رب العزت نے مقرر کئے ہوئے ہوں، لیکن ہنوز **ہماری فہم اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔**

****

عالم امر و عالم خلق کے سوالات پر آصف بھٹی صاحب کے جوابات اور اُن کا تجزیہ

محترم بھٹی صاحب حسب معمول آپ کی تحریر سرخ رنگ میں کشیدہ فونٹ کے ساتھ ہے اور توجہ طلب باتیں انڈر لائن کی گئی ہیں۔ جوابات سادہ فونٹ اور سیاہ رنگ میں لکھے گئے ہیں۔

محترم بھٹی صاحب آپ سے چند سوالات کیے تھے کہ

سوال نمبر 1: عالم امر کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ وہ عالم امر اب بھی وجود رکھتا ہے یا قصہ پارینہ بن کر ختم ہو گیا۔

سوال نمبر 2: عالم خلق کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ کتنے عرصے اس عالم خلق کی اشیاء عالم امر میں شمار رہیں گی؟

سوال نمبر 3 کتب روایات میں بیان کیے گئے آدم و حوا کی پیدائش کے قصے سے کیا آپ متفق ہیں؟ اگر نہیں تو بتائیں پہلے انسان یعنی مرد و عورت کی تخلیق کہاں اور کیسے ہوئی؟

ان کا جواب آپ نے ان الفاظ میں دیا۔

باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب ذیل میں نوٹ پیش کر رہا ھوں۔ اُس میں آپ کے دو سوالات کے جوابات موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تخلیقِ کائنات

By: Asif Bhatti

باسمِ ربی۔ جہاں تک آپ کے تیسرے سوال کا تعلق ھے تو جناب یہ سوال ہی غلط ھے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ان شاطر روایات کو تسلیم نہیں کرتا۔ پھر سوال کیوں؟ اس کے باوجود میں آپ کو بتا دیتا ھوں کہ میں روایات کے تخلیقی تصور سے بالکل متفق نہین ھوں۔ آپ کے تیسرے سوال سے متعلق ایک نوٹ پیش کر رہا ھوں۔ جو مکمل تو نہیں مگر آپ کے سوال کا مکمل جواب موجود ھے اُس میں دیکھ لیجئیے گا۔ ثم تتفکرو۔

قصہ آدم کا تفصیلی جائزہ بزریعہ قرآن کریم

By: Asif Bhatti

جناب محترم بھٹی صاحب، اصول کی (اور انصاف کی بھی) بات تو یہ تھی کہ جس طرح آپ میرے ذرا سے طویل نوٹس پر اعتراضات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دوٹوک جواب دوں تو اسی اصول کے مطابق آپ پر بھی فرض تھا کہ خود بھی دوٹوک جواب عنایت فرماتے۔ آپ نے تیسرے سوال کے پہلے حصے کا دوٹوک جواب دیا اور دوسرے حصے پر بھی نوٹ لکھ دیا۔ پہلے دو سوالوں کے جوابات میں بھی لمبی لمبی تحریر۔ چلیں اُن نوٹس سے "آپ" کا موقف واضح ہو گیا ہے۔ خیر جو بھی ہے ذیل میں آپ کے نوٹس (آپ کے جوابات) اور اُن کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔ طویل اس لیے ہے کہ آپ کا نوٹ شامل کرنا ضروری تھا، ورنہ بات کی صحیح وضاحت نہ ہو پاتی۔ اصل جواب در جواب تو شاید چند صفحات کا ہی ہے۔

تخلیقِ کائنات

March 1, 2012 at 9:53pm

(آصف بھٹی)

---- بسم اللہ الرحمن الرحیم ----

قائرینِ اکرام السلام علیکم۔۔۔ عملِ تخلیق کے متعلق قرآنِ کریم کا پیش کردہ تصور یہ ھے کہ کائنات کو بیک جنبش مکمل شکل میں پیدا نہیں کر دیا گیا۔ بلکہ یہ بتدریج، عملِ ارتقاء کی رُو سے تکمیل تک پہنچ رہی ھے۔ واضح رھے کہ عربی زبان اور خود قرآنِ کریم کی رُو سے ایک عمل ھے فطر کا اور دوسرا ھے خلق کا۔ فطر کے معنی ہیں۔ کسی شے کو پہلی بار عدم سے وجود میں لانا۔ اور خلق کے معنی ہیں مختلف عناصر میں توازن و ترتیب سے نئی نئی چیزیں پیدا کرنا۔ یہ لفظ عام طور پر انہی معانی میں استعمال ھوتا ھے۔ اگرچہ بعض اوقات اسے فطر کے مفہوم میں بھی استعمال کر لیا جاتا ھے۔ خدا کے عمل فطرت کے متعلق تو قرآن کریم کوئی تشریح پیش نہیں کرتا کیونکہ عدم سے وجود میں آنے کا،، سوال،، انسان کے شعور کی موجودہ سطح پر اس کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔

سوال: یہ ہی بات بھی ہم کر رہے ہیں کہ عالم امر کے امور انسانی فہم و ادراک سے ماوراہیں ۔ اب اگر آج خدا اپنے عالم امر میں یہ فیصلہ کر لے ،کہ آئندہ انسان درختوں پر اگا کریں گے ،تو کیاوہ اس کا اختیار نہیں رکھتا؟

لیکن عملِ تخلیق کے متعلق وہ وضاحت سے بات کرتا ھے۔ وہ سورہ السجدہ میں کہتا ھے کہ

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ﴿٥﴾۔ ترجمہ۔۔۔ ایک شے کی تخلیق کی اسکیم عالمِ امر کی بلندیوں میں طے پاتی ھے۔ پھر اس اسکیم کو عمل آغاز میں کی پست ترین سطح سے ھوتا ھے۔ (5)۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٥﴾۔ ترجمہ۔۔۔ اس نقطہ آغاز سے وہ بتدریج بلندیوں کی طرف اُبھرتی ھے تاکہ اس اسکیم کے مطابق اپنی تکمیل تک پہنچ جائے۔ یہ تدریجی مراحل وہ ایک ایک دن میں طے کرتی ھے جس کی مقدار تمہارے حساب و شمار سے ہزار ہزار سال کی ھوتی ھے۔ بلکہ بعض صورتوں میں پچپاس پچپاس ہزار سال کی۔ ۷۰/۴ (5)۔

سوال: اب اگر خدا نے کوئی اور اسکیم سوچی ہوئی ہو، اور وہ اپنی ارتقاء کے کئی پچاس ہزار سال مکمل کر کے آج مشہود شکل میں ہمارے سامنے آجائے، تو کیا یہ خدا کے قانون کی خلاف ورزی کہلائے گی۔ سنت اللہ کی خلاف ورزی کہلائے گی؟

ان تخلیقی مدارج کے متعلق وہ دوسری جگہ سورہ اعلٰی میں کہتا ہے کہ

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٢﴾ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ﴿٣﴾۔

خدا وہ ہے جو اشیائے کائنات کی تخلیق کا آغاز کرتا ہے۔ ان میں سے حشو و زوائد کو الگ کر کے انہیں ایک خاص اعتدال پر لاتا ہے۔ پھر ان کا ایک مقام تکمیل مقرر کرتا ہے۔ اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے انہیں راستہ دکھا دیتا ہے۔ اسی عملِ ارتقاء کو اس نے دو لفظوں میں یوں بیان کیا ہے ۔

إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ﴿٤﴾۔

مفہوم ۔۔۔ خدا وہ ہے جو ہر شے کی تخلیق کا آغاز کرتا ہے پھر اسے گردشیں دیتا ہوا مختلف مراحل میں سے گذارتا ہے۔ مثلاً اس نے زمین اور اجرامِ فلکی کے تخلیقی مراحل کے متعلق کہا ہے کہ۔۔۔

ا۔۔۔ یہ تمام اجرام ابتداءً ایک ہیولٰی کی شکل میں ہی تھے۔ پھر الگ الگ ہوئے۔ سورہ الانبیاء میں فرمایا کہ۔

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٠﴾۔

ترجمہ۔۔۔کیا منکروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا جدا کر دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا کیا پھر بھی یقین نہیں کرتے (30)۔

۲۔۔۔یہ ہیولٰی گیس کی شکل میں تھا۔ سورہ فصلت میں فرمایا کہ۔۔۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿١١﴾۔

ترجمہ۔۔۔پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا پس اس کو اور زمین کو فرمایا کہ خوشی سے آؤ یا جبر سے دونوں نے کہا ہم خوشی سے آئے ہیں (11)۔

۳۔۔۔زمین اس ہیولٰی سے یوں الگ ہوئی جیسے گوپئے سے پتھر پھینکا جاتا ھے۔ سورہ النازعات میں فرمایا کہ۔۔

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ﴿٢٩﴾ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ﴿٣٠﴾۔

ترجمہ۔۔۔اور اس کی رات اندھیری کی اور اس کے دن کو ظاہر کیا (29) اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا (30)۔

۴۔۔۔ان اجرام کو چھ مختلف مراحل میں سے گذارہ۔ سورہ ھود میں فرمایا کہ۔۔۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ﴿٣﴾۔

ترجمہ۔۔۔ بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے (3)۔

۵۔۔۔ زمین بھی اس ہیولٰی سے الگ ھونے کے بعد، دو مراحل میں سے گذر کر اس قابل ھوئی کہ اس پر زندگی کی نمود ھو سکے۔ سورہ فصلت میں فرمایا کہ۔۔۔

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٩﴾۔

٦۔۔۔زندگی کی نمود پانی سے ھوئی۔ سورہ الانبیاء میں فرمایا کہ۔۔۔

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٠﴾۔

ترجمہ۔۔۔ کیا منکروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا جدا کر دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا کیا پھر بھی یقین نہیں کرتے (30)۔

۷۔۔۔ اور اس طرح بتدریج جانداروں کی تخلیق ھوئی۔ یعنی رینگنے والے دو پاؤں پر چلنے والے، چار پاؤں پر چلنے والے۔ سورہ النور میں فرمایا کہ۔۔۔

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۖ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے سو بعض ان میں سے اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے(45)۔

اس تمام عمل میں خدا کی صفتِ ربوبیت کارفرما ھوتی ھے۔ ربوبیت کے معنی ہیں ایک شے کو اس کے نقطہ آغاز سے بتدریج مقامِ تکمیل تک پہنچنے کے لئے سامانِ نشو و نما عطا کرنا۔ ان مراحل میں سے گذرتی ھوئی ایک شے، کچھ وقت کے لئے ایک مقام میں ٹھہرتی ھے۔ اس کے بعد وہ اگلی منزل کی طرف چل دیتی ھے۔ قرآنِ کریم نے اسے، ان اشیاء کا مستقر و مستودع کہہ کر پکارا ھے۔ سورہ ھود میں فرمایا کہ۔۔۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٦﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اروزمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے اور جانتا ہے جہاں وہ ٹھیرتا ہے اور جہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ واضح کتاب میں ہے (6)۔

یعنی کسی شے کی عارضی قرار گاہ اور اسکے بعد وہ اگلی منزل جس کے سپرد اس امانت کو کر دیا جائے۔ یعنی اس کی دوسری پیدائش۔

سورہ عنکبوت میں ھے کہ۔۔۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾۔

ترجمہ۔۔۔ ان سے کہو کہ دنیا میں چلو پھرو اور دیکھو کہ خدا کس طرح ایک شے کی تخلیق کا آغاز کرتا ھے اور پھر اسے کس طرح ایک نئی پیدائش عطا کرتا ھے۔ یہ سب کچھ ان پیمانوں کے مطابق ھوتا ھے جو اس نے اشیائے کائنات کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ اور جن پر اُسے پورا پورا کنٹرول حاصل ھے (20)۔

یہ تغیر کائنات کی ہر شے میں ہر آن رونما ھوتا رہتا ھے۔ سورہ رحمٰن میں فرمایا کہ۔۔۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾۔

ترجمہ۔۔۔ کائنات میں ہر شے ہر آن تغیر پذیر ھوتی رہتی ھے اور ہر نئے مرحلے میں اس کی نشو ونما کے تقاضے مختلف ھوتے ہیں۔ اور خدا کی صفتِ ربوبیت اس کے تقاضوں کے مطابق سامانِ نشو ونما عطا کئے چلی جاتی ھے۔

اسی سورہ میں بعد میں فرمایا کہ۔۔۔

يَسْأَلُهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿٢٩﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اس سے مانگتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں ہر روز وہ ایک کام میں ہے (29)۔

کائنات کی ہر شے، ہر آن، ایک نئی ہیئت میں ھوتی ھے۔ اور اپنی نشو ونما کے لئے خدا کی شانِ ربوبیت کی محتاج۔ یوں وہ شے نشو ونما پا کر ایک نئی شے بن جاتی ھے۔ اس طرح کائنات میں نت نئے اضافے ھوتے رہتے ہیں۔ سورہ فاطر میں فرمایا کہ۔۔۔

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ﴿۱﴾۔ وہ زیادہ کرتا ھے یا اضافہ کرتا ھے۔ پیدائش میں جو وہ چاھتا ھے۔ یعنی۔ وہ اپنے قانون مشیت کے مطابق مخلوق میں نت نئے اضافے کرتا رہتا ھے۔

سوال: یہ ہی بات جب ہم کرتے ہیں تو آپ ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اوپر آپ مان رہے ہیں کہ اشیاء کائنات ایک حالت میں نہیں رہتیں۔ بلکہ خدا کے مقرر کردہ "اندازوں اور پیمانوں" کے مطابق، اپنی ابتداء سے اپنی انتہا کی جانب گامزن ہیں۔ تو پھر کسی شئے کی آج کی موجودہ پوزیشن کو آپ غیر متبدل کس طرح قرار دیتے ہیں؟

اس تخلیقی تبدیلیوں کے سلسلہ میں وہ یہاں تک بھی کہتا ھے کہ اس طرح یہ تمام کارگہٗ کائنات رفتہ رفتہ ایک اور قالب میں ڈھل جائے گا۔ سورہ ابراہیم میں فرمایا کہ۔۔۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ ﴿۴۸﴾۔

ترجمہ۔۔۔ جس دن اس زمین میں سے اور زمین بدلی جائے گی اور آسمان بدلے جاویں گے (48)۔ یعنی جس طرح یہ ارض کسی اور ارض میں تبدیل ھوجائیگی اور اسی طرح سمٰوٰت بھی۔۔۔

سوالات: اب آپ ہی بتائیں، جس دن یہ ارض کسی اور ارض سے تبدیل ہو جائے گی، تو یہ عمل، عالم خلق کا نہیں ہے ؟؟ تو کیا اس طرح آپ کے نقطہ نظر کے مطابق، سنت اللہ میں تبدیلی نہیں ہو گی ؟

آج جو زمین ہے، جو آسمان ہے، اس میں جو کچھ ہو رہا ہے، آپ تو اس کے متعلق دعوے دار ہیں کہ یہ سب " سنت اللہ "ہیں، اور خدا اپنی سنت میں کبھی تبدیلی نہیں کرتا۔ تو پھر ارض و سموات کو مکمل تبدیل کر کے کسی اور سانچے میں ڈھال دینا، کیا کہلائے گا؟

اسلئیے کہ۔۔۔ سورہ الاسراء میں فرمایا کہ۔۔۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ﴿٩٩﴾۔

ترجمہ۔۔۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے وہ ان جیسے اور بھی بنا سکتا ہے (99)۔

لیکن جس طرح یہ سلسلہ کائنات ازلی نہیں، یعنی ایسا نہیں کہ اس کی ابتداء کوئی نہ ہو۔ اسی طرح یہ ابدی بھی نہیں۔ کہ اس کی انتہا نہ ہو۔ سورہ فاطر میں فرمایا کہ۔۔۔

كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ﴿١٣﴾۔

ترجمہ۔۔۔ ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے(13)۔ یعنی یہ سلسلہ ایک نشان کردہ مدت تک کے لئے رواں دواں چل رہا ھے۔

ان اشیاء (خارجی اثرات) کے تابع آگے بڑھنے کی صلاحیت کھو دیتی ہیں۔ اُن کی ترقی رُک جاتی ھے۔ پھر یا تو وہ معدوم ھو جاتی ہیں اور یا اُسی مقام پر گردش کرتی رہتی ہیں۔ جس طرح آم کی گٹھلی سے اُسی قسم کا آم کا درخت پیدا ھو جاتا ھے۔ بکری اپنے جیسا بچہ پیدا کر دیتی ھے۔ یہ گردشِ دولابی یا تولید ھے۔ ارتقاء (آگے بڑھنا) نہیں۔

قصہ آدم کا تفصیلی جائزہ بزریعہ قرآن کریم

(آصف بھٹی)

October 20, 2010 at 5:34am

باسمِ ربی۔

نظریہ ارتقا اور قرآن۔۔۔ سلسلہ کائنات کی ابتدا اور اُس کے تدریجی مراحل کے متعلق قرآنِ کریم نے ایک اصول بیان کیا ھے جو اس بحث کا نقطہ ماسکہ ھے سورۃ السجدہ میں ارشادِ باری تعالٰی ھے کہ۔

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٥﴾
ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦﴾۔

وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر اس دن بھی جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس ہو گی وہ انتظام اس کی طرف رجوع کرے گا (۵) وہی چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا زبردست مہربان ہے (٦)۔

مشیتِ ایزدی کے سامنے ایک اسکیم ھوتی ھے جسے اسکی انتہائی پستی نقطہ اولین یعنی سب سے نچلی منزل سے شروع کیا جاتا ھے۔ پھر وہ اسکیم اُن خاص قوانین کے ماتحت جو اس کے لیے متعین کئے جاتے ہیں۔ نشو و نما کے مراحل طے کرتی اپنی تکمیل کے نقطہ آخریں تک جا پہنچتی ھے۔ یہ مراحل بڑے بڑے طویل المعیاد ایام میں طے کئے جاتے ہیں کہیں ہزار ہزار سال کا ایک دن تدریجی مرحلہ کہیں پچاس پچاس ہزار سال کا، سورہ المعارج میں فرمایا

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴿٤﴾۔

ترجمہ۔۔۔ فرشتے اور اہلِ ایمان کی روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے (۴)۔

نقطہء آغاز۔ بیج کو درخت، قطرے کو گہر، خاک کے زرے کو انسان بننے کے لئے ان تدریجی مراحل سے گزرنا پڑتا ھے۔ کارگہ ّ مشیت کے ان عظیم المرتبت امور میں سے ایک اہم اسکیم انسان کی تخلیق ھے۔ اس اسکیم کا نقطہ آغاز طین یونی درجہ جمادات بتایا گیا ھے۔ فرمایا۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ﴿٧﴾۔

ترجمہ۔۔۔ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی (۷)۔

واضح رھے کہ خلق کے بنیادی معنی کسی شے کو عدم سے وجود میں لانا نہیں۔ اسکے معنی ہیں مختلف دناصر میں خاص ترکیب پیدا کر کے، اس سے ایک نئ چیز بنا دینا۔ یہاں جس نقطہ آغاز کا ذکر ھے وہ وہ مقام ھے جہاں سے زندگی ایک محسوس و مشہود شکل میں سامنے آجاتی ھے۔ اس سے پہلے مقامات کا ذکر نہیں۔

سورۃ الانعام میں ھے کہ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ۖ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ ﴿٢﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک وقت مقرر کر دیا اور اس کے ہاں ایک مدت مقرر ہے تم پھر بھی شک کرتے ہو (۲)۔

سورۃ ھود میں طین کے بجائے ارض کہا گیا ھے جو اور بھی جامع اور واضح ھے۔

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا ﴿٦٢﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا ﴿٦٢﴾۔

سورۃ طٰہٰ میں فرمایا کہ

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ﴿٥٥﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں لوٹائیں گے اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے (۵۵)۔

مٹی کا پُتلا نہیں بنایا بلکہ مٹی کے خلاصے سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اور البتہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا (۱۲)۔

سُلَالَۃٍ مِّن طِینٍ مٹی کا خلاصہ،،، کے الفاظ غور طلب ہیں۔ حقیقت یہ ھے کہ ہر شے کی نشو و نما مٹی کے خلاصہ سے ھوتی ھے۔ ہم ایک بیج زمین میں بوتے ہیں اس بیج میں اُگنے کی صلاحیت تو ھوتی ھے لیکن جب اجزا پر اس کی نشو و نما کا دارو مدار ھے انھیں وہ امین سے جذب کرتا ھے۔ اگر امین میں ان اجزا نمکیات و معدنیات وغیرہ کی کمی ھو جاتی ھے تو اس پودے کی نشو و نما رُک جاتی ھے۔ یہی اجزا،،، مٹی کا خلاصہ،،، کہلاتے ہیں۔ زمین کی اس روئیدگی کو حیوانات کھاتے ہیں اور اس طرح وہی اجزا ان کی نشو و نما کا ذریعہ بنتے ہیں۔ گوشت خور جانور ان حیوانات کو کھاتے ہیں تو اسطرح بالواسطہ وہی اجزائے ارض ان کی نشو و نما کا زریعہ بنتے ہیں یہی وہ طین کا سلالہ یعنی مٹی کا خلاصہ جس سے ان جراثیم کی نشو و نما ھوتی ھے جو انسانی زندگی کا نقطہ آغاز ہیں۔

واہ جناب بھٹی صاحب! بہت خوب۔ کاش آپ اس موضوع کو کبھی اپنی فہم سے سمجھنے کی کوشش کرتے۔ انسان کی تقلید کا یہ شاہکار آپ ہی کی جرات ہے، کہ کسی سابق بزرگ کی تحریر کو اپنی تحریر بنا کر پیش کر دی جائے۔ جیسا کہ اس تحریر کے بعد والا جملہ نیچے موجود ہے کہ "اگر

وقت ملا تو اس نقطہ کو آگے بیان کیا جائے گا گویا، اوپر جو کچھ آپ نے بیان کیا، وہ آپ کی تحقیق ہے، اور وقت کی کمی کی وجہ سے آپ یہیں تک بات کر رہے ہیں۔
اوپر جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے، یہ جناب پرویز صاحب کی کتاب، "ابلیس و آدم" صفحہ نمبر، 7، 8، 9 سے ماخوذ ہے۔ اور دیانت داری کا تقاضہ تو یہ تھا، کہ آپ مذکورہ اقتباس لکھ کر اس بات کا حوالہ دیتے، نہ کہ اپنے نام سے شائع کر دیتے۔ کیا جرات ہے کہ زیر زبر کا فرق بھی نہیں کیا گیا ہے۔

اگر وقت ملا تو اس نقطہ کو آگے بیان کیا جائے گا۔ فی الحال ہم اپنے موضوع پر واپس چلتے ہیں۔
لیکن منزلِ جمادات میں زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے اس کمی کو پانی کے چھینٹے سے مکمل کیا سورۃ الانبیاء میں فرمایا۔
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٠﴾۔
ترجمہ۔۔۔ اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا ﴿٣٠﴾۔
سرچشمۂ حیات۔ زندگی کی جل پری نے اپنی آنکھ پانی کی گہرائیوں میں کھولی۔ سائنس کی تحقیق اس نقطہ پر پہنچی ہے کہ حیات کے جرثومۂ اولین،،، پروٹوپلازم،،، کی ابتدا سمندر میں ہوئی۔ اسی لئے اس

میں اسی نوعیت اور اسی تناسب کے املاح یعنی سالٹ پائے جاتے ہیں۔ جیسے سمندر کے پانی میں۔ یوں تخلیقِ انسانی کا قافلہ، وادیٔ خاک سے منزلِ آب کی طرف منتقل ہوا۔ پانی اور مٹی کے خلاصے کے اس امتزاج سے اس جرثومہ نے خلیہ کی شکل اختیار کی جس کی ہیولیٰ کو قرآن میں طینِ لازب یعنی کیچڑ کی سی چیچپی مٹی سے تعبیر کیا ہے۔ سورۃ الصافات میں فرمایا۔

إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾۔

ترجمہ۔۔۔بے شک ہم نے انہیں لیسدار مٹی سے پیدا کیا ہے (۱۱)۔

طینِ لازب یہ طینِ لازب وہی ہے جو تالابوں کی تہ میں اور جوہڑوں کے کنارے دکھائی دیتی ہے۔ جب پانی سوکھ جاتا ہے تو یہ سیاہ رنگ کی مٹی بڑی سخت ہو جاتی ہے۔ اس کو سورۃ الحجر میں فرمایا کہ۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٦﴾۔

ترجمہ۔۔۔اور البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے تھی پیدا کیا (۲۶)۔

پانی اور مٹی کی آمیزش سے جرثومہ حیات نے پیکر کی شکل اختیار کی۔ ان خلیات میں ایک لیسدار مادہ نوکلس زندگی کے تمام

عظیم المرتبت امکانات اپنے اندر لئے ہوتا ہے جیسے ایک ننھا سا بیج ایک تناور درخت کو اپنے اندر سمیٹے تمودِ شگفتگی کے لئے ہمہ تن اضطراب ہو۔ حیات کا یہ نقطہ آغاز وہ نفسِ واحدہ ہے جس سے شجرِ زندگی کی ساخیں پھوٹتی ہیں ایک خلیہ خاص حد تک پہنچ کر جوشِ رمود سے خود بخود دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ جنہیں مونث خلیہ کہا جاتا ہے۔ اس نفسِ واحدہ سے جاندار مخلوق کی شاخیں پھوٹتی اور ایک طویل القامت درخت کی طرح سطحِ ارض پر پھیل گئیں۔ ہر شاخ کو مخلوق کی ایک ایک نوع سمجھیئے۔ جو بڑھتی، پھولتی اپنی اپنی سمت میں نشو و نمایاتی ارتقا کے منازل طے کئے جا رہی ہے۔ ان تمام شاخوں میں سر بلند نوع انسانی کی شاخ ہے۔ جو اس نفسِ واحدہ کے ننھے سے بیج سے مختلف مراحل طے کرتی، درجہ بدرجہ، قدم بقدم، جادہ بجاد، منزل بمنزل اس بلندی تک آپہنچی ہے۔ فرمایا

مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾۔

ترجمہ۔۔۔ تمہیں کیا ہو گیا تم اللہ کی عظمت کا خیال نہیں رکھتے (۱۳) حالانکہ اس نے تمہیں کئی طرح سے بنایا ہے (۱۴) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے (کیسے) بنائے ہیں (۱۵) اوران میں چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور آفتاب کو چراغ بنا دیا (۱۶) اور اللہ ہی نے تمہیں زمین میں سے ایک خاص طور پر پیدا کیا (۱۷)۔

درجہ بدرجہ یہاں تک پہنچا دیا سورۃ الانشقاق میں فرمایا کہ،

لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾۔

ترجمہ۔۔۔ کہ تمہیں ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑھنا ہوگا (۱۹)۔

اس خوردبینی نفسِ واحدہ سے سلسلہ تخلیق آگے بڑھا۔ اس نشاۃ اولی کے بعد، وہ نفسِ واکدہ مختلف منازل میں ٹھہرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ حتٰی کہ وہ اُس پیکرِ بشریت کے مقام تک آ پہنچا جو حیاتِ ارضی میں اس کی جائے قرار ہے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿۹۸﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اور اللہ وہی ہے جس نے ایک شخص سے تم سب کو پیدا کیا پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ تحقیق ہم نے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں ان کے لیے جو سوچتے ہیں (۹۸)۔

اس انتقالِ مکانی یعنی ایک مستقر سے دوسری منزل تک پہنچنے میں قرنہا قرن یعنی الف سنتہ گزر گئے۔ اور یوں جراثیم کیات کے ابتدائی مرحلہ کے بعد وہ مقام آگیا جہاں تخلیق کا سلسلہ بزریعہ تناسل شروع ھوا۔ سورۃ السجدہ میں فرمایا کہ۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ﴿۸﴾۔

ترجمہ۔۔۔ پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے حقیر پانی سے بنائی (۸)۔

حیوانی زندگی کی ابتدا یعنی ان تمام سابقہ طبقات سے گزار کر ہزار ہا سال کی تدبیر و تعمیر اور ساخت و بافت کے بعد اس کا سلسلہ کمزور سے پانی کے نچوڑ سے جاری رکھا۔ یعنی حیوانی زندگی کا سلسلہ افزائش نسل تولید کے زریعے شروع ھوا۔ اس سلسلے میں آیات دیکھیئے۔

18/37،86/6-5،77/20،40/67،22/5،16/4،36/77،23/12-13

قافلہ حیات کی اس منزل میں جو مخلوق پیدا ہوئی اس میں رینگنے والے اور پاؤں کے بل چلنے والے حیوانات سب شامل ہیں۔

سورۃ النور میں فرمایا۔

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۖ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾۔

اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے سو بعض ان میں سے اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۴۵)۔

صرف رینگنے والے اور پاؤں پر چلنے والے ہی نہیں بلکہ پرندے بھی۔ یعنی وہ تمام مخلوق جس کا سلسلہ افزائش بزریعہ تناسل آگے بڑھتا ھے۔ یوں سمجھیئے کہ اندگی کی اس بڑی شاخ سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں ادھر اُدھر پھوٹیں۔ اس لئے اس حد تک یہ مختلف اقسام کی مخلوق، دراصل ایک ہی نوع کی مختلف شکلیں اور ایک ہی قافلہ کے مختلف افراد ہیں۔ سورۃ الانعام میں فرمایا۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾۔

ترجمہ۔۔۔اور کوئی چلنے والا زمین میں نہیں اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے دو بازوؤں سے اڑتا ہے مگر یہ تمہاری ہی طرح کی جماعتیں ہیں ہم نے ان کی تقدیر کے لکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے (۳۸)۔ کوئی اس سے باہر نہیں رہ سکتا۔

نر و مادہ کا امتیاز۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ذکور و اناث یعنی نر اور مادہ کا امتیاز محسوس طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔ سورۃ فاطر میں فرمایا کہ۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ﴿١١﴾۔

ترجمہ۔۔۔اور اللہ ہی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تمہیں جوڑے بنایا ﴿١١﴾۔

یعنی اس مقام پر خلیاتِ حیات میں جنسی تخلیق کا جوہر نمایاں ھو گیا۔ یہ جرثومے دو حصوں میں تقسیم ھو گئے ایک اووم یعنی مادہ کا خلیہ اور دوسرا اسپر میٹوزون یعنی نر کا خلیہ۔ یعنی ایک جرثومہ

زندگی، ذوقِ تخلیق سے نر اور مادہ کے خلیوں میں بٹ گئے۔ سورۃ الاعراف میں فرمایا

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴿١٨٩﴾۔

ترجمہ۔۔۔وہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑ بنایا﴿۱۸۹﴾۔

اس سلسلہ میں ان آیات کو بھی دیکھیئے۔ 30/20-21، 6/4 ، 6/39، 42/11، 53/45، 75/39۔

نباتات میں جوڑے۔ ہر چند اپنے موضوع کے اعتبار سے ہم اس مقام پر احاطہ بحث کو صرف حیوانی زندگی تک محدود رکھنا چاہتے ہیں لیکن بعض دیگر نکات کا اجمالی ذکر کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے نر و مادہ کی تمیز کا ذکر صرف حیوانات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے جوڑے بنائے۔ سورۃ الزاریات میں فرمایا کہ

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٤٩﴾۔

ترجمہ۔۔۔اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا تا کہ تم غور کرو(۴۹)۔

مسلمان حکماء اور نظریہ ارتقا مغربی محققین سے بہت پہلے مسلما حکما دریافت کر چکے تھے۔ اس باب میں حکیم ابن مسکویہ المتوفی 421ھ کی معرکہ آرائی تحقیقِ دنیائے علم میں ایک خاص امتیازی شان رکھتی ہے اس نے اپنے مشہور رسالہ ،،،الفوز الاصغر،،، میں اس نظریہ پر خصوصیت سے بحث کی ہے۔ نباتات کے تدریجیار تقائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے حکیم لکھتے ہیں۔

اب یہی تدریجی ترقی کر کے خرما کے درخت میں بغایت شرف ظہور کرتا ھَ اور نباتات کو مرتبہ اعلٰی پر پہنچتا ہے۔ کہ اگر اس مرتبہ سے ذرا سا بھی آگے بڑھے تو حدِ نباتی سے نکل جائے اور صورِ حیوانی اختیار کر لے۔ خرما کے درخت میں نفس کا اثر اس درجہ قوی اور زیادہ ہوتا ہے کہ حیوان سے کثیر مشابہت اور قوی نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک تو مثل حیوان کے اس میں نر اور مادہ ہوتے ہیں اور بار آور ہونے کے لیے نر کو مادہ سے ملانا ضروری ہوتا ہے۔ اس ملانے کو تلقیح کہتے ہیں جو حیوانات کے جماع کے مثل ہے۔ پھر خرما کے درخت میں علاوہ جڑ اور رگوں کے ایک چیز مثل دماغ حیوانات کے ہوتی ہے۔

یہ اس کے لئے ایسی ضروری ہے کہ اگر اس کو کوئی آفت لاحق ہو جائے تو درختِ خرما ضائع ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان حکما کے زمانے میں دورِ حاضر کے ریسرچ کے ذرائع موجود نہ تھے۔ لیکن ان کے پاس قرآن کریم کی ایک ایسی درخشندہ قندیل تھی جس کی روشنی میں حقائق بے نقاب ہو کر سامنے آ جاتے تھے۔

ہر شے کے جوڑوں کے متعلق قرآن کریم کے ارشادات کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ خود نباتات کے متعلق سورۃ یٰسین میں ارشاد ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾۔

پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے اُگنے والے (پودوں) میں سے ہر ایک کے جوڑے بنائے، اور نوعِ انسانی میں سے بھی اور جنہیں وہ نہیں جانتے، (٣٦)۔

-------------- O ----------------------------------

اس ضمناً تذکرہ کے بعد، ہم پھر اپنے اصلی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس نفسِ واحدہ نے، جس کا ذکر پہلے آچکا ھے، پھکتِ حیوانی میں بھی قرنہا قرن گزارے۔ ان ادوار میں ،،انسان،، ابھی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔ سورۃ الانسان میں دیکھیئے۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ﴿١﴾۔

بے شک انسان پر زمانے کا ایک ایسا وقت بھی گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذِکر چیز ہی نہ تھا،(۱)۔

حیوانی زندگی کی ان شاخوں میں سے ایک شاخ اوپر کو اُبھری۔ یہ پیکرِ انسانی کی شاخ تھی۔ یعنی پیکرِ حیوانی کو بتدریج سنوارا گیا۔ اسے حشو زوائد سے پاک کرکے اس کے لطیف و نازک جوہروں میں جلادی گئ۔ اور یوں عروس حیات، حریم بشریت میں جلوہ ریز ھوئی۔

سورۃ الفطار میں فرمایا کہ

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾۔

وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر (ہر طرح) سے درست کیا پھر (اعضاءوجوارح) میں تناسب پیدا کیا۔﴿٧﴾۔

پھر اسے احسنِ تقویم عطا فرمائی۔ یعنی بہترین توازن و تناسب کو لئے ہوئے۔ سورۃ التین میں فرمایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾۔

اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ہیئت میں پیدا کیا۔ جس میں توازن و تناسب حسین ترین مقام تک پہنچ گیا۔

بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ ایک بھی لفظ کی کمی بیشی کے بغیر آپ نے ایک بار پھر جناب پرویز صاحب کی تحریر کو اپنے نام سے پیش کر دیا۔ مذکورہ بالا تحریر، جناب پرویز صاحب کی کتاب "ابلیس و آدم" صفحہ نمبر،10 سے 16 تک سے ماخوذ ہے۔

دوسرے مقام پر سورۃ التغابن میں فرمایا۔

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿٣﴾۔

اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا ہے اور تمہاری صورت بنائی پھر تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (۳)۔

قصہ آدم کی تفصیلات میں جانے سے پہلے ضمناً یہ بیان کرتا چلوں کہ آدم سے پہلے اس کرہ ارض پر کوئی اور مخلوق آباد تھی جو اب ناپید ھے یا نگاھوں سے اوجھل ھو چکی ھے اسے الجان کہا گیا ھے۔ سورۃ الحجر میں فرمایا کہ

وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اور ہم نے اس سے پہلے جنوں کو آگ کے شعلے سے بنایا تھا (۲۷)۔

انسان اس مخلوق کا جانشین ھے فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً سے یہی مفہوم ھے۔

یہ بھی آپ کی کوتاہ بینی ہے کہ انسان کسی ایسی مخلوق کا جانشین ہے، جو اب ناپید ہو چکی ہے۔ جس " جان " کا آپ ذکر کر رہے ہیں ، قرآن کریم اسے انسانوں کے ساتھ ، اپنی اس کتاب میں مخاطب کر رہاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ [۵۵:۷۴]

نہ انہیں ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے چھوا ہو گا

مزید فرمایا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ [۵۵:۳۹]

پس اس دن اپنے گناہ کی بات نہ کوئی انسان اور نہ کوئی جن پوچھا جائے گا

مزید فرمایا۔

فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ [۵۵:۵۶]

ان میں نیچی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی نہ تو انہیں ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے چھوا ہو گا

اور پھر ان دونوں کو بار بار پکارا گیا ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ [۵۵:۵۷]

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

اب اگر یہ مخلوق ناپید ہو چکی ہے، تو پھر اللہ رب العزت اس کتاب میں کیا ایک فنا شدہ مخلوق کو مخاطب کر رہاے ؟

یہ کیسا مذاق ہے ؟

اس لفظ خلیفہ کے معنی صرف جانشینی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے معنی " تغیر و تبدل " بھی ہیں۔ ابن فارس۔ نیز اس کے معنی غلبہ اور اقتدار کے بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [۲۴:۵۵]

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے وہی فاسق ہوں گے

آیت بالا اس لفظ " خلیفہ " کے درست مفہوم کو واضح کر رہی ہے۔ چنانچہ جو آیت آپ نے نیچے بیان کی ہے، اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ اللہ نے انسان کو زمین میں کسی آتشیں مخلوق جو اب ناپید ہو چکی ہے، اس کا جانشین بنا کر بھیجا ہے۔ بلکہ اللہ کریم فرمارہے ہیں کہ " میں زمین میں ایک حاکم، مقتدر مخلوق کو پیدا فرمارہا ہوں۔ چنانچہ نہ تو انسان کسی آتشیں مخلوق کا نائب ہے اور نہ خدا کا۔ بلکہ اس مقام پر اس لفظ " خلیفہ " کے معنی مقتدر، غالب کے ہیں۔

اللہ رب العزت نے سورۃ البقرہ میں فرمایا کہ

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴿٣٠﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں

اب آیئے اصل موضوع کی طرف۔

آدم لفظ کا مادہ ا- د- م ھے۔ اُدمۃُ کے معنی ہیں مل جل کر رہنے کی صلاحیت باہم گر مخلوط ھونا۔ میاِدَامُ کسی خاندان کا ایسا مثالی فرد جس سے اس کے قبیلے کی پہچانا جائے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح ھوتا ھے کہ اس میں آدم سے متعلق جو قصہ بیان ھوا ھے وہ کسی ایک فرد یا کسی ایک جوڑے یعنی میاں بیوی کی داستان نہیں۔ وہ خود آدمی کی سرگزشت ھے جسے تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ھے۔ قصہ آدم کا آغاز سورۃ السجدہ کے اس بیان سے ھوتا ھے فرمایا۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾۔

ترجمہ۔۔۔ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی (۷) پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے حقیر پانی سے بنائی (۸) پھر اس کے اعضا درست کیے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنایا تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو (۹)۔

اگر آپ ان آیات مبارکہ پر غور کریں تو آپ کو معلوم ھو گا کہ نَفَخَ رُوح سے پہلے تمام ارتقائی منازل میں انسان کے لیے ھُوَ یعنی ضمیرِ غائب استعمال ھوا ھے مثلاً سَوَّاہُ وغیرہ۔ لیکن روح کے فوری بعد یہ ضمیرِ غائب، مخاطب کُم ّ میں بدل گئی ھے جیسے وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ گویا اب انسان تخاطب کے قابل ھو گیا۔ اب وہ مقام آ گیا جہاں اسے سمع و بصر، شعور و ادراک، ارادہ و اختیار عطا کر کے ھُوَ یعنی وہ کی بجائے کُم ّ تم سے خطاب کیا گیا۔ یہ ہم اوپر درج آیات قرآن سے دیکھ چکے ہیں کہ انسان کی پیدائش کس سلسلہ ارتقا کے ماتحت واقع ھوئی ھے۔ اور اس سلسلہ ارتقا کے بعد کسی ایک فرد کی تخلیق نہیں ھوئی بلکہ ایک نوع کی تخلیق ھوئی جسے نوع انسانی کہا گیا ھے۔ لہٰذا آدم سے مراد نہ نہیں کہ وہ ،،، سب سے پہلا انسان،،، تھا۔ جو کسی نہ کسی طرح یونہی بنا دیا گیا تھا اور اس سے پھر نسلِ انسانی آگے بڑھی بلکہ آدم سے مراد آدمی ھے۔ قصہ آدم خود آدمی کی سرگزشت ھے نہ کہ کسی خاص فرد کی داستان حیات۔ بابا آدم اور اماں حوّا کا تصور بائیبل کا ھے قرآن کا نہیں۔ قرآن نے آدمی کی سرگزشت کو تمثیلی رنگ میں بیان کیا ھے تاکہ مجرد حقیقتیں تشبیہات کے لباس

مجاز میں سامنے آسکیں۔ قرآن کریم کا پہلا ورق الٹیے اس عظیم المرتبت کتاب کی غرض و غایت اور انسانوں کی تین جماعتوں یونی متقین، کفار اور منافقین کے اجمالی تذکرہ کے بعد سرگزشتِ آدم کی ابتداء ان الفاظ میں ہوتی ہے۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴿٣٠﴾۔

ترجمہ۔۔۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔

بھٹی صاحب! افسوس صد افسوس، کہ کسی مرے ہوئے انسان کی تحریر کو اپنی تحریر کہہ کر آپ نے کس قدر علمی خیانت کا ثبوت دیا ہے۔ تقلید کی روش انسان سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو دیتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ وہ کولہو کے بیل کی طرح ایک دائرے میں گھومتا رہتا ہے۔ اس کی ساری زندگی کی سعی لاحاصل رہتی ہے اور وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ پاتا۔ اوپر جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے، وہ جناب پرویز صاحب کی تصنیف، "ابلیس و آدم" کے صفحہ نمبر 39 اور 40 سے ماخوذ ہے۔

بھٹی صاحب آپ کیا جانیں کہ یہ ضمیر غائب، ھو، کم، کیا ہوتا ہے۔ کاش آپ نے عربی زبان پڑھی ہوتی۔ اس کی گرامر سے واقفیت ہوتی تو شاید کچھ تعمیری کام ہی کر لیتے۔ یہ کتنی شرم کی

بات ہے کہ آپ اپنی اس جعلی تحریر میں، پرویز صاحب کے لکھے گئے **"فٹ نوٹ"** تک کے ایک ایک لفظ کو کاپی کرنے پر مجبور ہیں۔

میرے محترم۔ اب تسلی سے اپنی اس تحریر بالا کو بار بار پڑھیں، اس پر غور کریں۔ تو ہماری بات تو خود پرویز صاحب نے ثابت کر دی ہے کہ انسان اس زمین پر ہزاروں سالوں کے ارتقاء کے بعد، اس ہئیت میں پہنچا ہے، جو آج میں اور آپ ہیں۔ مٹی کا خلاصہ، اس میں سمندر کے پانی کی آمیزش، اس میں ایک جراثیم کی تخلیق، ہزاروں سال کی ارتقاء کا مرحلہ، پھر یہ انسان۔ اس کے بعد یہ سلسلہ، بذریعہ تناسل آگے رواں دواں۔

اب آپ ہی بتائیں، یہ سب کہاں ہو رہا تھا؟ اس زمین پر ہو رہا تھا، یا خدا کے عالم امر میں؟ یہ زمین خدا کا عالم خلق ہے یا عالم امر؟ اب اس عالم خلق میں انسان کی ابتداء بغیر ماں باپ کے ہوئی۔ اس مقام پر کہیں بھی تناسل نہیں تھا۔ پھر ایک مقام پر "تناسل" کا طریقہ نافذ ہوا۔ تو کیا خلق کا طریقہ تبدیل نہ ہوا؟ پہلے انسانی نسل، بغیر تناسل کے خلق کی گئی۔ پھر اسے تناسل کے ذریعے آگے چلایا۔ تو کیا یہ دو مختلف "پیمانے" نہ تھے۔ اگر پہلے ایک جرثومہ سے انسانی نسل کی تخلیق، سنت اللہ تھی، تو پھر اسے "تناسل" میں تبدیل کرنا، سنت اللہ میں تبدیلی ٹھہری کہ نہیں۔ یاد رہے کہ آپ اسے سنت اللہ کہتے ہیں، میں نہیں۔ ورنہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ جب اللہ کریم نے انسان کو تخلیق کرنے کی اسکیم بنائی، تو یہ سارے مراحل طے کر دئے کہ پہلے بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہو گا، بغیر تولید و تناسل کے پیدا ہو گا، پھر ایک مقام پر بذریعہ تناسل

پیدا ہو گا۔ اب اس سے آگے کیا ہو گا، شعور کی موجودہ سطح پر ہم اسے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس بات کو آپ بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ عالم امر کے معاملات پر قرآن خاموش ہے کیونکہ شعور کی موجودہ سطح پر ہم اسے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ یہ ساراارتقائی عمل، اس زمین پر ہی ہو رہا تھا۔ یہ عالم خلق میں ہی ہو رہا تھا۔ ورنہ جب یہ کائنات نہ تھی، خدا کا عالم امر تب بھی تھا۔ اللہ کا وہ عالم امر اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ خدا اپنے عالم امر میں، اپنی مرضی کے فیصلے کرنے کے لئے بااختیار ہے۔ وہ کسی کے آگے جواب دہ نہیں ہے۔ جو کچھ ہم آج دیکھ رہے ہیں، وہ اس خدا کی اس اسکیم کا مشہود حصہ ہے جو اس نے عالم امر میں طے کیا ہے۔ آج کے اس مشہود حصے کو ہم تا قیامت ناقابل تبدل نہیں کہہ سکتے۔ بالکل اس طرح جب انسان بغیر ماں اور باپ کے، بغیر تولید و تناسل کے مرحلے سے گزر رہا تھا، اور اس وقت کا انسان یہ طے کر لیتا کہ بس انسان ہمیشہ اس طرح ہی، بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہو گا۔ بغیر تولید و تناسل کے پیدا ہو گا۔ لیکن آج ایسا نہیں ہو رہا۔ اس ہی طرح جو کچھ آج ہمارے دور میں ہو رہا ہے، وہ بھی خدا کے عالم امر کے فیصلوں کا نقطہ اختتام نہیں ہے۔ وہ رب آج بھی اپنے عالم امر میں میں، اپنی اس ہی طاقت کے ساتھ فعال ہے، جس طرح تخلیق کائنات سے پہلے تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آصف بھٹی:

تضادات

از:

امین اکبر

محترم آصف بھٹی صاحب، حالیہ دنوں میں آپ سے ہونے والی گفتگو پر جب غور کرتا ہوں تو اس میں بے پناہ اعتراضات دیکھتا ہوں۔ جیسا کہ اپنی پچھلی پوسٹ عالم امر اور عالم خلق کے سوالات پر آصف بھٹی کے جوابات اور اُن کا تجزیہ میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ آپ بغیر اجازت کاپی رائٹ مواد کو اپنے نام سے شائع کرتے ہیں، مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس کاپی پیسٹ سے بھی آپ کے مطلوبہ مقاصد پورے ہوتے نظر نہیں آ رہے۔ کئی ماہ گذر جانے کے باوجود آپ عالم امر اور عالم خلق پر اپنا موقف ثابت نہیں کر پائے۔ ہم دونوں حنیف صاحب کی 200 صفحات کی کتاب کا تجزیہ کرنے لگے تھے مگر آپ تو کئی ماہ سے 21 صفحات سے آگے نہیں جا سکے۔ میری بہت خواہش تھی کہ اُن کے کتاب کے صفحہ 35 تا 50 پر آپ سے گفتگو کروں مگر مجھے اپنی یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی۔ فی الحال تو آپ کی خدمت میں آپ کے جوابات اور باتوں کے تضادات کے ساتھ ساتھ چند ایک سوالات بھی ہیں۔ امید ہیں آپ جوابات سے مرحمت فرمائیں گے۔ حسب معمول آپ کا لکھا سرخ رنگ میں ہے۔

امین اکبر

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب اُن نوٹس پر 2010 اور 2011 کی تاریخ اس بات کا واضح ثبوت ھے کہ میں اپنی تحریر میں کمی بیشی نہیں کرتا۔ باوجود اس کے، آپ نے میرے نوٹ کو اپنے نوٹ کیساتھ موازنہ کرنے کی کوشیش کی۔ محترم میں آپ کی طرح نا تو شاطر ھوں اور نہ ہی چالاک، آپ نے 7 صفحات پر مشتمل نوٹ پیش کیا۔ جب اُس کا جواب لکھا تو پوسٹ کرنے سے پہلے جب اُس کو دوبارہ دیکھا تو جناب کے صفحات 23 تک پہنچ چکے تھے۔ اگر آپ کی تحریر میں یہ خوبی ھوتی کہ وہ اپنی اصل حالت میں ہی رہتی تو میں شاید آپ پر اُس کو نا پیش کرنے کی پابندی نہ لگاتا۔ پھر بھی میں اپنے نوٹس کو ڈیلیٹ کر کے کامنٹس کر رہا ھوں۔ آپ کو جواب صرف کامنٹس میں دینے ہیں۔ اور میری اجازت کے بغیر میری تحریر کو آپ اُس پیج کے علاوہ کہیں نہیں پیش کرینگے۔ کچھ اخلاق بھی سیکھ لیں۔ کیا آپ کے پیرومرشد نے آپ کو اتنی بھی تمیز نہیں سیکھائی۔ ثم تتفکرو۔

September 1 at 4:02am · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب اُن نوٹس پر 2010 اور 2011 کی تاریخ اس بات کا واضح ثبوت ھے کہ میں اپنی تحریر میں کمی بیشی نہیں کرتا۔ باوجود اس کے، آپ نے میرے نوٹ کو اپنے نوٹ کیساتھ موازنہ کرنے کی کوشیش کی۔ محترم میں آپ کی طرح نا تو شاطر ھوں اور نہ ہی چالاک، آپ نے 7 صفحات پر مشتمل نوٹ پیش کیا۔ جب اُس کا جواب لکھا تو پوسٹ کرنے سے پہلے جب اُس کو دوبارہ دیکھا تو جناب کے صفحات 23 تک پہنچ چکے تھے۔ اگر آپ کی تحریر میں یہ خوبی ھوتی کہ وہ اپنی اصل حالت میں ہی رہتی تو میں شاید آپ پر اُس کو نا پیش کرنے کی پابندی نہ لگاتا۔ پھر بھی میں اپنے نوٹس کو ڈیلیٹ کر کے کامنٹس کر رہا ھوں۔ آپ کو جواب صرف کامنٹس میں دینے ہیں۔ اور میری اجازت کے بغیر میری تحریر کو آپ اُس پیج کے

علاوہ کہیں نہیں پیش کرینگے۔ کچھ اخلاق بھی سیکھ لیں۔ کیا آپ کے پیرومرشد نے آپ کو اتنی بھی تمیز نہیں سیکھائی۔ ثم تتفکرو۔

· LikeSeptember 1 at 4:02am

جواب:

اپنی تحریر؟ کہاں ہے؟ کدھر ہے؟ کیا آپ نے اپنا نام پرویز رکھ لیا ہے؟ جس نوٹ کو آپ اپنی تحریر کہہ کر لوگوں کو بے وقوف بناتے ہوئے علامہ پرویز ثانی بننے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے متعلق میں نے حوالہ دے دیا ہے کہ کہ وہ ابلیس و آدم سے ماخوذ ہے۔ ابلیس و آدم آپ کی تحریر ہے تو بے شک اپنے نوٹس کو بھی اپنی تحاریر کہتے رہیں۔

بھٹی صاحب، اللہ نے آپ کو آنکھیں دی ہیں اُس کا لاکھ لاکھ شکر ادا کریں اور ان کا استعمال بھی کریں۔ اس البم میں اس وقت 100 سے زیادہ فوٹوز ہو گئے ہیں۔ جن 7 صفحات کی آپ بات کر رہے ہیں وہ "انسانی مشاہدہ قانون الہٰی نہیں" کے عنوان سے ابھی بھی اس میں موجود ہیں۔ 23 صفحات کا الگ موضوع ہے "عالم امر اور عالم خلق"،اس کے بعد ایک صفحہ تین سوالات پر مشتمل ہے۔ پھر "کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار پر پابندی لگالی ہے" کے عنوان سے 11 صفحات

ہیں۔ سب سے آخر میں 39 صفحات پر آپ کے تینوں جوابات اور اُن کا تجزیہ ہے۔ خدا کا خوف کریں اور ثابت کریں کہ میں نے کوئی نوٹ تبدیل کیا ہے؟ خواہ مخواہ فضول الزامات لگاتے اللہ سے ڈر نہیں لگتا؟

چلیں ایک مفت مشورہ دے دیتا ہوں۔ تحقیق اور تفکر و تدبر، آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ اپنی ننھی جان کو زیادہ تکلیف نہ دیا کریں۔ بس ازراہ کرم، کاپی پیسٹ کر کے، اصل مصنف کا حوالہ ضرور دے دیا کریں۔ کسی اور کی محنت پر ڈاکہ ڈالنے والی دال اب نہیں گلے گی۔ ادارہ طلوع اسلام اور دوسرے لوگوں نے علامہ پرویز صاحب کا سارا کام انٹرنیٹ پر ڈال دیا ہے۔ اس لیے سب کو پتہ ہے کہ کونسا کام کس کا ہے اور کون کاپی پیسٹ ماسٹر ہے۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ آپ کی عقل کی داد دینی پڑیگی۔ محترم کبھی کبھی عقل کا استعمال انسان کو بہتری کی طرف ہی لے جاتا ھے۔ آپ جو بات کر رھے ہیں وہ عالم امر کی نہیں ھے۔ آپ کو خدا پر تہمت دھرتے شرم آنی چاھئیے۔ آپ عالمِ خلق کی بات کر رھے تھے جس پر میں نے کہا تھا کہ اللہ پاک اپنے مقررہ پیمانے کبھی تبدیل نہیں کرتا۔ آپ کی بات میں اور میری بات میں زمین و آسمان کا فرق ھے۔ جا کر اپنے پیرومرشد سے پوچھیں شاید ابھی آپ کو علم ہی نہیں کہ عالم امر کیا ھے اور عالم خلق کیا؟ ثم تتفکرو۔

September 1 at 4:06am · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ آپ کی عقل کی داد دینی پڑیگی۔ محترم کبھی کبھی عقل کا استعمال انسان کو بہتری کی طرف ہی لے جاتا ھے۔ آپ جو بات کر رھے ہیں وہ عالم امر کی نہیں ھے۔ آپ کو خدا پر تہمت دھرتے شرم آنی چاھئیے۔ آپ عالمِ خلق کی بات کر رھے تھے جس پر میں نے کہا تھا کہ اللہ پاک اپنے مقررہ پیمانے کبھی تبدیل نہیں کرتا۔ آپ کی بات میں اور میری بات میں زمین و آسمان کا فرق ھے۔ جا کر اپنے پیرو مرشد سے پوچھیں شاید ابھی آپ کو علم ہی نہیں کہ عالم امر کیا ھے اور عالم خلق کیا؟ ثم تتفکرو۔

· LikeSeptember 1 at 4:06am

جواب:

اس لئے تو کہا تھا پہلے ہی کہ آپ واضح طور پر بیان کر دیں کہ عالم امر کیا ہوتا ہے اور عالم خلق کیا ہوتا ہے ؟ کوئی بھی شئے کب تک عالم امر میں شمار ہو گی ؟۔ جواب میں آپ نے کاپی پیسٹ کر دیا۔ آپ کو خود ہی نہیں پتہ کہ اس کاپی پیسٹ میں جو کچھ لکھا ہے، **وہ میرے موقف کو درست ثابت کر رہا ہے**۔ کبھی آپ نے غور کیا ہو تو سمجھ آئے نا۔

میرے محترم آپ نے اپنی کاپی پیسٹ میں انسانی تخلیق کے حوالے سے اپنے نوٹ میں جتنی بھی آیات پیش کی ہیں۔ جو اسی البم کے پچھلے نوٹ **"عالم امر و عالم خلق کے سوالات پر آصف بھٹی صاحب کے جوابات اور اُن کا تجزیہ"** کے صفحہ نمبر 17 سے 23 تک ہیں، ان پر ذرا غور فرمالیں۔

ان سب میں آپ کو ایک لفظ مشترک نظر آئے گا "خلق"۔ غور فرمائیں بار بار غور فرمائیں لفظ ہے "خلق" اب آپ مجھے بتائیں انسان کی اس حالت کو جب قرآن "خلق" کہتا ہے، تو آپ کون سے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے، اسے "امر" میں شمار کرتے ہیں؟

آپ نے کاپی پیسٹ کرتے ہوئے پچھلے مذکورہ نوٹ کے صفحہ نمبر 20 اور 21 پر زندگی کی جل پری، سمندر، سالٹ، اولین جرثومہ حیات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ۔

"سائنس کی تحقیق اس نقطہ تک پہنچی ھے کہ حیات کے جرثومہ اولین "پروٹو پلازم" کی ابتداء سمندر میں ھوئی۔۔ پھر پانی اور مٹی کے خلاصہ کے اس امتزاج سے اس جرثومہ نے خلیہ کی شکل اختیار کرلی۔ جس کی ھیولہ کو قرآن طین لازب یعنی کیچڑ کی چپچپی مٹی سے تعبیر کیا ھے"

اب آپ میرے سوال کا جواب دیں۔ اگر یہ سارا واقعہ "عالم امر" سے متعلق ہے تو سائنس اس تک کس طرح پہنچی؟ کیونکہ اس بات کو تو آپ نے خود ہی پرویز صاحب کے کاپی پیسٹ میں تسلیم کیا ہے کہ "عالم امر" کے واقعات انسانی شعور سے ماوراءہیں۔ تو پھر سائنس اس "عالم امر" تک کس طرح پہنچی؟ یہ ہی بات اپنے آپ میں ثبوت ہے کہ تخلیق انسانی کا سارا واقعہ "عالم خلق" سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ تو آپ نے خود کاپی پیسٹ میں تسلیم کر لیا ہے کہ اس ابتدائی جرثومہ سے زندگی کی تخلیق، بغیر تولید و تناسل کے ہوتی تھی۔ پھر کسی دوسرے مرحلے میں تولید و

تناسل کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ اس طرح آپ کے دعوے کے مطابق، سنت اللہ تو تبدیل ہو گئی

نا؟ واضح رہے کہ میں اسے سنت اللہ میں شمار ہی نہیں کرتا۔ سنت اللہ صرف وہ ہے جسے اللہ خود

اپنی سنت کہے۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ آپ کی عقل کی داد دینی پڑیگی۔ محترم کبھی کبھی عقل کا استعمال انسان کو بہتری کی طرف ہی لے جاتا ھے۔ آپ جو بات کر رھے ہیں وہ عالم امر کی نہیں ھے۔ آپ کو خدا پر تہمت دھرتے شرم آنی چاھئیے۔ آپ عالمِ خلق کی بات کر رھے تھے جس پر میں نے کہا تھا کہ اللہ پاک اپنے مقررہ پیمانے کبھی تبدیل نہیں کرتا۔ آپ کی بات میں اور میری بات میں زمین و آسمان کا فرق ھے۔ جا کر اپنے پیرومرشد سے پوچھیں شاید ابھی آپ کو علم ہی نہیں کہ عالم امر کیا ھے اور عالم خلق کیا؟ ثم تتفکرو۔

September 1 at 4:06am · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ او بھائی آپ بس کرو۔ آپ کے پاس دماغ شاید ھے ہی نہیں۔ جوڑے سے افزائش نسل کا طریقہ عالم خلق ھے۔ اُس سے پہلے مٹی کیساتھ جو معاملہ رہا وہ عالم امر ھے۔ جس کو صدیاں پر اسس مین رہنے کے بعد وجود نصیب ھوا۔ کاش آپ سوچ سکتے۔ کتاب اللہ کی آیات کھلی بات کر رہی ہیں۔ اور آپ وہ بغلے کی ایک ٹانگ بتاتے جا رھے ھو۔ ثم تتفکرو۔

September 2 at 7:14am · Like

جواب:

بھٹی صاحب؟ آپ نے لکھا ہے کہ "اس سے پہلے مٹی کے ساتھ جو معاملہ رہا وہ عالم امر ھے"۔

اب آپ ذرا یہ بتاؤ کہ عالم امر میں یہ مٹی کہاں سے آئی؟ کیا مٹی مخلوق ہے یا ازلی؟ کیا مٹی مختلف اشیاء کا آمیزہ نہیں ہے؟ تو پھر یہ عالم امر کس طرح ہوئی؟ کچھ تو عقل پر ہاتھ ماریں برادر۔ نقل کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دیکھ لیا کریں کہ پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم اگر آپ غور و تدبر نہیں کر سکتے۔ تو کیوں اپنی جان کو مصیبت میں ڈالے پھرتے ھو۔ میں نے کب کہا کہ خدا کے مقرر کردہ پیمانے یا اندازے تبدیل ھوتے رہتے ہیں ذرا غور کریں۔ اُس کے بعد کامنٹس کیا کریں۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ خدا کی بنائی ھوئی دو مختلف اشیاء کے ملانے سے ایک تیسری قسم کی چیز پیدا ھوتی ھے۔ جو چیز اُس نے ایک مرتبہ عالم امر سے عالم خلق میں پہنچا دی۔ وہ کبھی بھی تبدیل نہیں ھوتی۔ مجھ پر ایسی خلاف عقل سوچ کو مسلط کرنے کی کوشیش مت کریں۔ ثم تتفکرو۔
September 1 at 11:33am · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم اگر آپ غور و تدبر نہیں کر سکتے۔ تو کیوں اپنی جان کو مصیبت میں ڈالے پھرتے ھو۔ میں نے کب کہا کہ خدا کے مقرر کردہ پیمانے یا اندازے تبدیل ھوتے رہتے ہیں ذرا غور کریں۔ اُس کے بعد کامنٹس کیا کریں۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ خدا کی بنائی ھوئی دو مختلف اشیاء کے ملانے سے ایک تیسری قسم کی چیز پیدا ھوتی ھے۔ جو چیز اُس نے ایک

مرتبہ عالم امر سے عالم خلق میں پہنچادی۔وہ کبھی بھی تبدیل نہیں ھوتی۔ مجھ پر ایسی خلاف عقل سوچ کو مسلط کرنے کی کوشیش مت کریں۔ ثم تتفکرو۔

· LikeSeptember 1 at 11:33am

جواب:

اس ہی لیے تو عرض گزار ہوں کہ کاپی پیسٹ سے پرہیز کیا کریں۔ کیونکہ کاپی پیسٹ ایک طرف انسان کے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحت کو سلب کر دیتی ہے، تو دوسری طرف اپنے لکھے ہوئے کو بھی انسان بھول جاتا ہے۔ آپ نے اس موضوع پر قرآن کریم کی سورہ الرحمٰن کی آیت 29 پیش کی ہے۔ دراصل آپ کی سمجھ سے یہ بات کچھ زیادہ بھاری ہے۔ آیت مبارکہ میں جو لفظ "شان" استعمال ہوا ہے نا اگر اس کو سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ کا ہی بھلا ہو جائے اور میرا بھی کہ اس طرح سر نہ کھپانا پڑے۔ لیکن آپ نے کب میری بات ماننی ہے۔ چلیں آپ کے مذہبی پیشوا، جناب پرویز صاحب کی تحریر سے ہی ایک اقتباس پیش کر دیتا ہوں، تاکہ آپ کی موٹی عقل میں یہ بات آ جائے کہ یہاں بات دو اشیاء کے ملاپ اور تیسرے کی تخلیق کی نہیں بلکہ، کائنات کی ارتقاء کی ہو رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اور غور بھی فرمائیں۔

"کائنات کی ہر شئے اپنی نشو و نما کے لئے ربوبیت خداوندی کی محتاج ہے۔ اور ان اشیاء کی نشو و نما کے مختلف تقاضے ہوتے ہیں۔ اور ربوبیت خداوندی ان کی ہر ایک حالت کے مطابق، ان کی نشو و نما کے سامان فراہم کرتی رہتی ہے۔ اس طرح کائنات کی (Development) کا سلسلہ، قانون ارتقاء کے مطابق جاری رہتا ہے" لغات القرآن صفحہ 930 از جناب پرویز صاحب

یہ اقتباس آپ کے غور و فکر کرنے کے لیے دیا ہے اس کو اگر کہیں لکھنا پڑے تو براہ مہربانی نیچے کتاب اور اصل مصنف کا حوالہ ضرور ڈال دیجیے گا۔ بہرحال کچھ سمجھ میں آیا؟ کائنات کی Development،۔ سمجھ میں آرہا ہے نا یہ انگریزی کا لفظ؟ اور پھر قانون ارتقاء تو آپ کا پسندیدہ موضوع ہے۔ امید ہے کہ تشفی ہو گئی ہو گی۔

آپ نے مزید لکھا ہے۔

"جو چیز اُس نے ایک مرتبہ عالم امر سے عالم خلق میں پہنچا دی۔ وہ کبھی بھی تبدیل نہیں ھوتی۔ مجھ پر ایسی خلاف عقل سوچ کو مسلط کرنے کی کوشش مت کرنا۔"

بھٹی صاحب اب کیا کہوں۔ جب انسان اپنی سوچ کو کسی کے یہاں گروی رکھ دے اور بدلے میں کچھ حاصل بھی نہ کرے تو ایسے ہی متضاد بیانات دیتا چلا جاتا ہے۔ چلیں آسان بات کرتا ہوں۔ اللہ نے ایک شئے نمک بنائی۔ اس میں نمکینی ڈال دی۔ آپ بتاؤ۔ یہ نمک کیا اللہ تعالیٰ نے

اس کائنات کے باہر کہیں بنالیا تھا؟ کیا یہ نمک اس "عالم خلق" سے پہلے ہی وجود میں آچکا تھا؟

جواب ذرا دھیان سے دیجیے گا اور لازمی دیجیے گا کیونکہ **اس کے جواب میں آپ بالکل ناک آوٹ ہونے والے ہیں۔**

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ کیسا فضول سا اور عقل و فہم کے خلاف سوال ھے۔ یہ ارض کبھی بھی کسی دوسری ارض سے تبدیل نہیں ھو گی۔ اگر کبھی ھو گی تو پھر ہم یعنی نبی نوع انسان ہرگز نہ ھونگے۔ مگر ایسا قیاس ھوشمند انسان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ علم کے بغیر اٹکل پچو صرف آپ اور آپ کے پیر و مرشد اور مودودی فیملی کا ہی کام ھے۔ ثم تتفکرو۔
September 1 at 11:37am · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ کیسا فضول سا اور عقل و فہم کے خلاف سوال ھے۔ یہ ارض کبھی بھی کسی دوسری ارض سے تبدیل نہیں ھو گی۔ اگر کبھی ھو گی تو پھر ہم یعنی نبی نوع انسان ہرگز نہ ھونگے۔ مگر ایسا قیاس ھوشمند انسان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ علم کے بغیر اٹکل پچو صرف آپ اور آپ کے پیر و مرشد اور مودودی فیملی کا ہی کام ھے۔ ثم تتفکرو۔

· LikeSeptember 1 at 11:37am

جواب:

تو گویا آپ قرآن کریم کی ایک آیت سے ہی انکار کر رہے ہیں؟ آپ کے نوٹ سے کاپی پیسٹ دوبارہ لکھ رہا ہوں جو پچھلے نوٹ کے صفحہ نمبر 13 پر بھی موجود ہے۔ سورہ ابراہیم کی آیت مبارکہ 48 کے حوالے سے آپ کاپی پیسٹ کرتے ہوئے فرمارہے ہیں۔

"جس دن اس زمین میں سے اور زمین بدلی جائے گی۔ اور آسمان بدلے جاویں گے۔ یعنی جس طرح یہ ارض کسی اور ارض میں تبدیل ہو جائے گی، اس ہی طرح سمٰوات بھی۔۔۔ "

ویسے بھٹی صاحب۔ ایک نکتہ دے رہا ہوں، سوچنے کے لئے، شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات۔ یہ جو لفظ ہے نا "ارض"، اسکے معنی پستی کے ہوتے ہیں، اور اس ہی طرح "سماء" کے معنی بلندی کے ہوتے ہیں۔ اب اس تناظر میں آیت مبارکہ پر غور فرمائے گا یہ جو لوگ اس دنیا سے چلے گئے ہیں نا، وہ جہاں ہیں، وہ بہر حال یہ ہماری والی "ارض" نہیں ہے۔ ممکن ہے جسے ہم اپنا سماء کہتے ہیں، وہ آج ان مرے ہوئے لوگوں کی ارض ہو گئی ہو۔ اور ان کے لئے ایک اور سماء ہو؟ ذرا غور کیجیے گا۔ لیکن چھوڑیں۔ کہاں اتنا کشٹ اٹھائیں گے۔ کاپی پیسٹ زندہ باد۔

******

CopyPaster کون؟

علامہ غلام احمد پرویز سے تو احباب کی اکثریت واقف ہی ہو گی۔ پرویز صاحب نے قیام پاکستان سے بہت پہلے سے ہی قرانی تحقیق شروع کی جو اُن کی وفات تک جاری رہی (تحقیق عین قرآن کے مطابق تھی یا نہیں یہ الگ بحث ہے)۔

آصف بھٹی صاحب کا نام بھی فیس بک استعمال کرنے والے اکثر دوستوں کے لیے نیا نہیں ہے۔

آصف بھٹی صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے کبھی کاپی پیسٹ نہیں کی۔ اس کا دعویٰ انہوں نے اپنے ایک کمنٹ میں بھی کیا ہے جس کا عکس ذیل میں ہے۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ امین اکبر صاحب میں نے کبھی کاپی پیسٹ نہیں کی۔ جب علامہ پرویز صاحب کی تحریر کے حوالے سے گفتگو کرونگا تو پھر آپ پر سب واضح ھو جائے گا۔ فی الفور ایسے احباب علم و دانش کو آگے آنے دیں۔ جو قرآنِ کریم پر حلفیہ بیان کے بعد فیصلہ کر سکیں۔ آپ کی نااہل... See More

Yesterday at 8:37pm · Like

اس کے علاوہ بھٹی صاحب کو کاپی پیسٹ سے بڑی نفرت ہے۔ اگر کوئی ان کی ”اجازت“ کے بغیر ان کے پبلک کو شئیر کیے ہوئے نوٹس کو چاہے ان کے نام سے ہی من عن شائع کر دے تو یہ اُن کی اخلاقیات پر ہی سوالیہ نشان لگا دیتے ہیں (یہ الگ بات ہے کہ اپنے بارے میں یہ کہیں کہ میری جو مرضی میں کروں)، جیسا کہ عکس میں دیئے گئے ان کے کمنٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ امین اکبر صاحب آپ کی عقل پر افسوس ھو رہا ھے۔ گویا میں نے وقت برباد کیا اس کے سوا کچھ حاصل وصول نہیں۔ میں نے جو جو باتیں لکھیں تھیں۔ اُن کا غلط مطلب خود سے ہی اخذ کر کے سوچ لیا کہ میں نے ویسا کہا تھا۔ آپ کو آخری مرتبہ تنبیہہ کر رہا ھوں کہ آئندہ میری تحریر کو اپنے نوٹ میں پیش کرنے کی جرات مت کیجئیے گا۔ آپ میں تو اتنی بھی اخلاقی جرات نہیں کہ اپ کسی کی چیز کو استعمال کرنے سے پہلے اُس سے اجازت ہی لے لیں۔ رہی بات کہ علامہ پرویز صاحب کی کتاب سے نقل کر کے پیش کیا ھے تو اس مین آپ کو کیا تکلیف ھے۔ میں چاھوں تو جہاں سے مرضی نقل کر کے آپ کو جواب دوں۔ جب آپ سے کبھی اس موضوع پر بات ھو گی تو اس کا جواب تب ہی دونگا۔ ابھی جو سوالات پیش کئے تھے اُن پر کامنٹس کریں۔ میں نے آپ کے ساری پوسٹیں ڈیلیٹ کر دی ہیں۔ کیونکہ میرے بار بار منع کرنے کے آپ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے۔ اب آپ صرف کامنٹس ہی کر سکیں گے۔ ثم تتفکروللہ÷

September 1 at 11:58am · Like

اب آتے ہیں اصل موضوع کی طرف۔ جناب آصف بھٹی صاحب نے ایک نوٹ بعنوان ”قصہ آدم کا تفصیلی جائزہ بزریعہ قرآن کریم“ October 20, 2010 at 5:34am کو لکھا اور علامہ غلام احمد پرویز صاحب نے ایک کتاب ابلیس و آدم کے نام سے 1945 میں لکھی۔ اس سے اگلے صفحات میں بھٹی صاحب کا نوٹ اور علامہ غلام احمد پرویز کی کتاب کے صفحات دیئے گئے ہیں۔ **دونوں کی تحریر کامہ فل اسٹاپ سمیت ایک دوسرے کا چربہ ہے۔** اب فیصلہ یہ کرنا ہے کہ چربہ سازی دونوں میں سے کس نے کی ہے؟ بھٹی صاحب کے نوٹس کا ہائی لائٹ ٹیکسٹ اور پرویز صاحب کے صفحات کو دیکھ کر قارئین اس سوال کا جواب کمنٹ میں دیں کہ کاپی پیسٹر کون ہے؟ علامہ غلام احمد پرویز یا آصف بھٹی؟ برائے مہربانی جواب میں صرف نام لکھنا ہے۔ باقی کوئی بات یا وضاحت نہیں۔

قصہ آدم کا تفصیلی جائزہ بزریعہ قرآن کریم

October 20, 2010 at 5:34am

باسم ربی۔

نظریہ ارتقا اور قرآن۔ سلسلہ کائنات کی ابتدا اور اک کے تدریجی مراحل کے متعلق قرآن کریم نے ایک اصول بیان کیا ھے جو اس بحث کا نقطہ ماسکہ ھے سورۃ السجدہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ھے کہ۔

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (٥) ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (٦)۔

وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھر اس دن بھی جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس ہو گی وہ انتظام اس کی طرف رجوع کرے گا (٥) وہی چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا زبردست مہربان ہے (٦)۔

مشیتِ ایزدی کے سامنے ایک اسکیم ہوتی ھے جسے اسکی انتہائی پستی نقطہ اولین یعنی سب سے نچلی منزل سے شروع کیا جاتا ھے۔ پھر وہ اسکیم اُن خاص قوانین کے ماتحت جو اس کے لیے متعین کئے جاتے ہیں۔ نشو و نما کے مراحل طے کرتی اپنی تکمیل کے نقطہ آخرین تک جا پہنچتی ھے۔ یہ مراحل بڑے بڑے طویل المعیاد ایام میں طے کئے جاتے ہیں کہیں ہزار ہزار سال کا ایک ایک دن تدریجی مرحلہ کہیں پچاس پچاس ہزار سال کا، سورہ المعارج میں فرمایا

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (٤)۔

ترجمہ۔ فرشتے اور اہلِ ایمان کی روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے (٤)۔

نقطہء آغاز۔ بیج کو درخت، قطرے کو گہر،خاک کے زرے کو انسان بننے کے لئے ان تدریجی مراحل سے گزرنا پڑتا ھے۔ کارگہّ مشیت کے ان عظیم المرتبت امور میں سے ایک اہم اسکیم انسان کی تخلیق ھے۔ اس اسکیم کا نقطہ آغاز طین یونی درجہ جمادات بتایا گیا ھے۔ فرمایا۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ (٧)۔

ترجمہ۔ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی (٧)۔

واضح رھے کہ خلق کے بنیادی معنی کسی شے کو عدم سے وجود میں لانا نہیں۔ اسکے معنی ہیں مختلف دناصر میں خاص ترکیب پیدا کر کے، اس سے ایک نئ چیز بنا دینا۔ یہاں جس نقطہ آغاز کا ذکر ھے وہ وہ مقام ھے جہاں سے زندگی ایک محسوس و مشہود شکل میں سامنے آ جاتی ھے۔ اس سے پہلے مقامات کا ذکر نہیں۔

سورۃ الانعام میں ھے کہ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ۖ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ (٢)۔

ترجمہ۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک وقت مقرر کر دیا اور اس کےہاں ایک مدت مقرر ہے تم پھر بھی شک کرتے ہو (٢)۔

سورۃ ھود میں طین کے بجائے ارض کہا گیا ھے جو اور بھی جامع اور واضح ھے۔

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا (٦٢)۔

ترجمہ۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا(٦٢)۔

سورۃ طٰہٰ میں فرمایا کہ

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (٥٥)۔

ترجمہ۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں لوٹائیں گے اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے (٥٥)۔

مٹی کا پُتلا نہیں بنایا بلکہ مٹی کے خلاصہ سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ (١٢)۔

ترجمہ۔ اور البتہ ہم نے انسان کومٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا (١٢)۔

سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ مٹی کا خلاصہ ،،، کے الفاظ غور طلب ہیں۔ حقیقت یہ ھے کہ ہر شے کی نشو و نما مٹی کے خلاصہ سے ہوتی ھے۔ ہم ایک بیج زمین میں بوتے ہیں اس بیج میں اُگنے کی صلاحیت تو ہوتی ھے لیکن جب اجزا پر اس کی نشو و نما کا دارو مدار ھے انہ Chat (31) ان اجزا نمکیات و معدنیات وغیرہ کی کمی ھو جاتی ھے تو اس پودے کی نشو و نما رُک جاتی ھے۔ یہی اجزا،،، مٹی کا خلاصہ،،، کہلاتے ہیں۔زمین کی اس روئیدگی کو حیوانات کھاتے ہیں اور اس طرح وہی اجزا ان کی نشو و نما کا ذریعہ بنتے ہیں۔ گوشت خور جانور ان حیوانات کو کھاتے ہیں تو اسطرح بالواسطہ وہی اجزائے ارض ان کی نشو و نما کا زریعہ بنتے ہیں یہی وہ طین کا سلالہ یعنی مٹی کا خلاصہ جس سے ان جراثیم کی نشو و نما ہوتی ھے جو انسانی زندگی کا نقطہ آغاز ہیں۔ اگر وقت ملا تو اس نقطہ کو آگے بیان کیا جائے گا۔ فی الحال ہم اپنے موضوع پر واپس چلتے ہیں۔

لیکن منزلِ جمادات میں زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے اس کمی کو پانی کے چھینٹے سے مکمل کیا سورۃ الانبیاء میں فرمایا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (٣٠)۔

ترجمہ۔ اورہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا (٣٠)۔

سر چشمہء حیات۔ زندگی کی جل پری نے اپنی آنکھ پانی کی گہرائیوں میں کھولی۔ سائینس کی تحقیق اس نقطہ پر پہنچی ھے کہ حیات کے جرثومہِ اولین ،،،پروٹوپلازم،،، کی ابتدا سمندر میں ھوئی۔ اسی لئے اس میں اسی نوعیت اور اسی تناسب کے املاح یعنی سالٹ پائے جاتے ہیں۔ جیسے سمندر کے پانی میں۔ یوں تخلیقِ انسانی کا قافلہ، وادیّ خاک سے منزلِ آب کی طرف منتقل ھوا۔ پانی اور مٹی کے خلاصہ کے اس متزاج سے اس جرثومہ نے خلیہ کی شکل اختیار کی جس کی ہیولی کو قرآن میں طینِ لازب یعنی کیچڑ کی سی چیچپی مٹی سے تعبیر کیا ھے۔ سورۃ الصافات میں فرمایا۔

إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ (١١)۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے انہیں لیسدار مٹی سے پیدا کیا ہے (١١)۔

طینِ لازب یہ طین لازبوبی ھے جو تالابوں کی تہ میں اور جوہڑوں کے کنارے دکھائی دیتی ھے۔ جب پانی سوکھ جاتا ھے تو یہ سیاہ رنگ کی مٹی بڑی سخت ھو جاتی ھے۔ اس کو سورۃ الحجر میں فرمایا کہ۔

وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (۳۲/۶-۵)

تدابیرِ الٰہیہ (خدا کی اسکیموں) کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی مضمر شکل میں علم الٰہی کی بلندیوں پر ہوتی ہیں، جب ان میں سے کسی اسکیم کو بروئے کار لانا مقصود ہوتا ہے تو زمین کی پستیوں سے اس کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔ پھر وہ اسکیم اپنے ارتقائی مراحل طے کرتی ہوتی اپنے مقام تکمیل کی طرف اٹھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مراحل بڑے بڑے طویل المیعاد وقفوں میں طے ہوتے ہیں، جن میں کا ایک ایک وقفہ (PERIOD) تمہارے حساب وشمار کی رُو سے ہزار ہزار برس کا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس خدا کے قانون کے مطابق ہوتا رہتا ہے جو ہر شے کی موجودہ صورت سے بھی واقف ہوتا ہے اور اس کے مضمر ممکنات سے بھی۔ وہ اپنے اندر اتنی قوت رکھتا ہے کہ ہر شے کو مناسب نشوونما دے کر اس کے نقطۂ تکمیل تک پہنچا دے۔

مشیّتِ ایزدی کے سامنے ایک اسکیم ہوتی ہے جسے اس کی انتہائی پستی، نقطۂ اوّلیں (سب سے نچلی منزل) سے شروع کیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسکیم اُن خاص قوانین کے ماتحت جو اس کے لئے متعین کئے جاتے ہیں نشوو ارتقاء کے مراحل طے کرتی اپنی تکمیل کے نقطۂ آخریں تک جا پہنچتی ہے۔ یہ مراحل بڑے بڑے طویل المیعاد "ایام" (PERIOD) میں طے ہوتے ہیں، کہیں ہزار ہزار سال کا ایک ایک تدریجی مرحلہ کہیں پچاس پچاس ہزار سال کا۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰/۴)

"ملائکہ اور روح" اس کی طرف بلند ہوتے ہیں ایک (ایک) دن میں جس کی مقدار پچاس (پچاس) ہزار سال کی ہوتی ہے۔

نقطۂ آغاز بیج کو درخت، قطرے کو گہر، خاک کے ذرّے کو انسان بننے کے لئے ان تدریجی مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ کارگہ مشیّت کے ان عظیم المرتبت امور (SCHEMES) میں سے ایک اہم اسکیم انسان کی تخلیق ہے۔ اس اسکیم کا نقطۂ آغاز طین (درجۂ جمادات[1]) بتایا گیا ہے۔

---

[1] (INANIMATE)

وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ (۳۲/۷)

اس نے انسانی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی۔

واضح رہے کہ خلق کے بنیادی معنی کسی شے کو عدم سے وجود میں لانا نہیں۔ اس کے معنی ہیں مختلف عناصر میں خاص ترکیب پیدا کرکے اس سے ایک نئی چیز بنا دینا۔ یہاں جس "نقطۂ آغاز" کا ذکر ہے وہ، وہ مقام ہے جہاں سے زندگی ایک محسوس ومشہود شکل میں سامنے آجاتی ہے۔ اس سے پہلے مقامات کا ذکر نہیں۔

سورۃ انعام میں ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ (۶/۲)

وہ ذات جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تمہارے لئے (مختلف مراحل کی) ایک میعاد مقرر کردی۔ اور (ان میعادوں کے بعد) ایک اور میعاد بھی اس کے علم میں ہے۔ پھر بھی تم (اس حقیقت میں) شک کئے جاتے ہو۔

سورۃ ہود میں طین کے بجائے ارض کہا گیا ہے جو اور بھی جامع اور واضح ہے۔

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا (۱۱/۶۱) (نیز ۵۳/۳۲)۔

خدا نے (قانونِ تخلیق کے مطابق) تمہاری نمود ارض (زمین) سے کی۔

سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی ۝ (۲۰/۵۵)

ہم نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اسی میں تمہیں گردشیں دے رہے ہیں اور پھر اسی سے دوسری مرتبہ اٹھائے جاؤ گے۔

مٹی کا پتلا نہیں بنایا، بلکہ مٹی کے خلاصہ سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ (۲۳/۱۲)۔ (نیز ۷/۱۲

(۲۳/۱۲؛ ۷۹/۳۸)۔

اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔

سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ (مٹی کے خلاصہ) کے الفاظ غور طلب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شے کی نشوونما "مٹی کے خلاصہ" سے ہوتی ہے۔ ہم ایک بیج زمین میں بوتے ہیں۔ اس بیج میں اُگنے کی صلاحیت تو ہوتی ہے لیکن جن اجزا پر اس کی نشوونما کا دارومدار ہے انہیں وہ زمین سے جذب کرتا ہے۔ اگر زمین میں ان اجزا (نمکیات، معدنیات وغیرہ) کی کمی ہو جاتی ہے، تو اس پودے کی نشوونما رُک جاتی ہے۔ یہی اجزا "مٹی کا خلاصہ" کہلاتے ہیں۔ زمین کی اس روئیدگی کو حیوانات کھاتے ہیں اور اس طرح وہی اجزا ان کی نشوونما کا ذریعہ بنتے ہیں گوشت خور جانور ان حیوانات کو کھاتے ہیں تو اس طرح بالواسطہ وہی اجزائے ارض ان کی نشوونما کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہی وہ طین کا سُلالہ (مٹی کا خلاصہ) ہے جس سے ان جراثیم حیات (LIFE CELLS) کی نشوونما ہوتی ہے جو انسانی زندگی کا نقطۂ آغاز ہیں۔ (تفصیل اس بحث کی ذرا آگے چل کر آئے گی)۔

لیکن منزلِ جمادات میں (جو اس سلسلہ کا نقطۂ آغاز ہے) زندگی محوِ خواب تھی۔ اس کی بیداری پانی کے چھینٹے سے ہوئی۔

وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (۲۱/۳۰)

اور ہم نے ہر جاندار شے کو پانی (الماء) سے بنایا۔ کیا یہ لوگ اس حقیقت پر یقین نہیں رکھتے؟

سرچشمۂ حیات

زندگی کی جل پری نے اپنی آنکھ پانی کی گہرائیوں میں کھولی۔ سائنس کی تحقیق اسی نقطہ پر پہنچی ہے کہ حیات کے جرثومۂ اوّلیں (PROTOPLASM) کی ابتدا سمندر میں ہوئی۔ اسی لئے (۳۱) میں اسی نوعیت اور اسی تناسب کے املاح (SALTS) پائے جاتے ہیں جیسے سمندر کے پانی میں۔ یوں تخلیقِ انسانی کا قافلہ، وادیٔ خاک سے منزلِ آب کی طرف منتقل ہوا۔ "پانی اور مٹی کے خلاصہ" کے امتزاج سے اس جرثومہ نے خلیہ[1] (CELL) کی شکل اختیار کی جس کے ہیولیٰ کو قرآنِ کریم نے طینِ لازب (کیچڑ کی سی چپچپی مٹی) سے تعبیر کیا ہے۔

---

[1] خلیہ (CELL) مرکب ہوتا ہے مادہ خمیر (NUCLEUS) اور پیکر (CELL-BODY) سے۔

إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ٥ (۳۷/۱۱)

ہم نے انسانوں کو طینِ لازب (چپچپی مٹی) سے تعمیر کیا ہے۔

طینِ لازب | یہ طینِ لازب وہی ہے جو تالابوں کی تہ میں اور جوہڑوں کے کنارے دکھائی دیتی ہے۔ جب پانی سوکھ جاتا ہے تو یہ سیاہ رنگ کی (کالی ٹھِنگ) مٹی بڑی سخت ہو جاتی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ٥

(۱۵/۲۶ ؛ ۵۵/۱۴)

اور بلاشبہ یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے۔

پانی اور مٹی کی آمیزش سے جرثومہ حیات نے پیکر کی شکل اختیار کی۔ ان خلیات (CELLS) میں ایک لیسدار مادہ (NUCLEUS) زندگی کے تمام عظیم المرتبت امکانات اپنے اندر لئے ہوتا ہے جیسے ایک ننھا سا بیج ایک تناور درخت کو اپنے اندر سمیٹے نمودِ شگفتگی کے لئے ہمہ تن اضطراب ہو۔ حیات کا یہ نقطۂ آغاز وہ نفسِ واحدہ ہے جس سے شجرِ زندگی کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ ایک خلیہ خاص حد تک پہنچ کر جوششِ نمود سے خود بخود دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے جنہیں (DAUGHTER-CELLS) کہا جاتا ہے۔ اس

شجرِ ارتقا | نفسِ واحدہ سے جاندار مخلوق کی شاخیں پھوٹیں اور ایک طویل القامت درخت کی طرح سطحِ ارض پر پھیل گئیں۔ ہر شاخ کو مخلوق کی ایک الگ نوع (SPECIES) سمجھئے جو بڑھتی، پھولتی پھلتی اپنی اپنی سمت میں نشو و ارتقاء کے منازل طے کئے جا رہی ہے۔ ان تمام شاخوں میں سربلند نوعِ انسانی کی شاخ ہے۔ جو اس نفسِ واحدہ کے ننھے سے بیج سے مختلف مراحل طے کرتی، درجہ بدرجہ، قدم بقدم، جادہ بجادہ، منزل بمنزل اس بلندی تک آپہنچی ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ٥ ....وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۙ (۷۱/۱۷ - ۱۳)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے وقار کے آرزومند نہیں ہوتے اور یقیناً اس نے تمہیں مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا ہے...... اور تمہیں زمین سے اگایا پوری طرح جما کر

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (٢٦)۔

ترجمہ۔۔ اور البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے تھی پیدا کیا (٢٦)۔

پانی اور مٹی کی آمیزش سے جرثومہ حیات نے پیکر کی شکل اختیار کی۔ ان خلیات میں ایک لیسدار مادہ نوکلس زندگی کے تمام عظیم المرتبت امکانات اپنے اندر لئے ہوتا ھے جیسے ایک ننھا سا بیج ایک تناور درخت کو اپنے اندر سمیٹے تمودِ شگفتگی کے لئے ہمہ تن اضطراب ہو۔ حیات کا یہ نقطہ آغاز وہ نفسِ واحدہ ھے جس سے شجر ِ زندگی کی ساخیں پھوٹتی ہیں ایک خلیہ خاص حد تک پہنچ کر جوشِ رمود سے خود بخود دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ھے۔ جنہیں مونث خلیہ کہا جاتا ھے۔ اس نفس واحدہ سے جاندار مخلوق کی شاخیں پھوٹتی اور ایک طویل القامت درخت کی طرح سطح ارض پر پھیل گئیں۔ ہر شاخ کو مخلوق کی ایک ایک نوع سمجھئیے۔ جو بڑھتی، پھولتی اپنی اپنی سمت میں نشو و نما پاتی ارتقا کے منازل طے کئے جا رہی ھے۔ ان تمام شاخوں میں سر بلند نوعِ انسانی کی شاخ ھے۔ جو اس نفسِ واحدہ کے ننھے سے بیج سے مختلف مراحل طے کرتی، درجہ بدرجہ، قدم بقدم، جادہ بجاد، منزل بمنزل اس بلندی تک آ پہنچی ھے۔ فرمایا

مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّـهِ وَقَارًا (١٣) وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا (١٤) أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّـهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا (١٥) وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (١٦) وَاللَّـهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا (١٧)۔

ترجمہ۔۔ تمہیں کیا ہو گیا تم اللہ کی عظمت کا خیال نہیں رکھتے (١٣) حالانکہ اس نے تمہیں کئی طرح سے بنا یا ہے (١٤) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے (کیسے) بنائے ہیں (١٥) اوران میں چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور آفتاب کو چراغ بنا دیا (١٦) اور اللہ ہی نے تمہیں زمین میں سے ایک خاص طور پر پیدا کیا (١٧)۔

، درجہ بدرجہ یہاں تک پہنچا دیا سورۃ الانشقاق میں فرمایا کہ

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ (١٩)۔

ترجمہ۔۔ کہ تمہیں ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑھنا ہوگا (١٩)۔

اس خوردبینی نفسِ واحدہ سے سلسلہ تخلیق آگے بڑھا۔ اس نشاۃ اولی کے بعد ، وہ نفسِ واکدہ مختلف منازل میں ٹھہرتا ھوا آگے بڑھتا گیا۔ حتٰی کہ وہ اُس پیکرِ بشریت کے مقام تک آ پہنچا جو حیاتِ ارضی میں اس کی جائے قرار ھے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ (٩٨)۔

ترجمہ۔۔ اور اللہ وہی ہے جس نے ایک شخص سے تم سب کو پیدا کیا پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانےکی جگہ تحقحق ہم نے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں ان کے لیے جو سوچتے ہیں (٩٨)۔

اس انتقالِ مکانی یعنی ایک مستقر سے دوسری منزل تک پہنچنے میں قرنہا قرن یعنی الف سنتہ گزر گئے۔ اور یوں جراثیم کیات کے ابتدائی مرحلہ کے بعد وہ مقام آ گیا جہاں تخلیق کاسلسلہ بزریعہ تناسل شروع ہوا۔ سورۃ السجدہ میں فرمایا کہ۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ (٨)۔

ترجمہ۔۔ پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے حقیر پانی سے بنائی (٨)۔

حیوانی زندگی کی ابتدا یعنی ان تمام سابقہ طبقات سے گزار کربزار ہا سال کی تدبیر و تعمیر اور ساخت و بافت کے بعد اس کا سلسلہ کمزور سے پانی کے نچوڑ سے جاری رکھا۔ یعنی حیوانی زندگی کا سلسلہ افزائش نسل تولید کے زریعے شروع ہوا۔ اس سلسلے میں آیات دیکھئیے۔

23/12-13، 36/77، 16/4، 22/5، 40/67، 77/20، 86/6-5،18/37

قافلہ حیات کی اس منزل میں جومخلوق پیدا ھوئی اس میں رینگنے والے اور پاوں کے بل چلنے والے حیوانات سب شامل ہیں۔

سورۃ النور میں فرمایا۔

وَاللَّـهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۖ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّـهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّـهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٤٥)۔

اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے سو بعض ان میں سے اپنےپیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (٤٥)۔

صرف رینگنے والے اور پاوں پر چلنے والے ہی نہیں بلکہ پرندے بھی۔ یعنی وہ تمام مخلوق جس کا سلسلہ افزائش بزریعہ تناسل آگے بڑھتا ھے۔ یوں سمجھئیے کہ اندگی کی اس بڑی شاخ سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں ادھر اُدھر پھوٹیں۔ اس لئے اس حد تک یہ مختلف اقسام کی کی مخلوق، دراصل ایک ہی نوع کی مختلف شکلیں اور ایک ہی قافلہ کے مختلف افراد ہیں۔ سورۃ الانعام میں فرمایا۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (٣٨)۔

ترجمہ۔۔اور کوئی چلنے والا زمین میں نہیں اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے دوبازؤں سے اڑ تا ہے مگر یہ تمہاری ہی طرح کی جماعتیں ہیں ہم نے ان کی تقدیر کےلکھنے میں کوئی کسرنہیں چھوڑی پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے (٣٨)۔ کوئی اس سے باہرنہیں رہ سکتا۔

نر و مادہ کا امتیاز۔ یہ وہ مقام ھے جہاں ذکور و اناث یعنی نر اور مادہ کا امتیاز محسوس طور پر ہمارے سامنے آتا ھے۔

سورۃ فاطر میں فرمایا کہ۔

وَاللَّـهُ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا (١١)۔

ترجمہ۔۔ اور اللہ ہی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تمہیں جوڑے بنایا(١١)۔

یعنی اس مقام پر خلیاتِ حیات میں جنسی تخلیق کا جوہر نمایاں ہو گیا۔ یہ جرثومے دو حصوں میں تقسیم ھو گئے ایک اووم یعنی مادہ کاخلیہ اور دوسرا سپرمیٹوزون یعنی نر کا خلیہ۔ یعنی ایک جرثومہ زندگی، ذوق تخلیق سے نر اور مادہ کے خلیوں میں بٹ گئے۔ سورۃ الاعراف میں فرمایا

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (١٨٩)۔

ترجمہ۔۔ وہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑ بنایا(١٨٩)۔

اس سلسلہ میں ان آیات کو بھی دیکھئیے۔ 20-30/21، 4/6 ، 39/6، 42/11، 53/45، 75/39۔

نباتات میں جوڑے۔ ہر چند اپنے موضوع کے اعتبار سے ہم اس مقام پر احاطہ بحث کوصرف حیوانی زندگی تک محدود رکھنا چاھتے ہیں لیکن بعض دیگر نکات کا اجمالی ذکر کرنا ناگزیر ھو جاتا ھے۔ قرآن کریم نے نر و مادہ کی تمیز کا ذکر صرف حیوانات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا ارشاد ھے کہ اللہ تعالٰی نے ہرشے کے جوڑے بنائے۔ سورۃ الزاریات میں فرمایا کہ

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (٤٩)۔

ترجمہ۔۔ اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم غور کرو (٤٩)۔

پھیلا کر۔

درجہ بدرجہ طبقاً طبقاً یہاں تک پہنچا دیا۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ (۸۴/۱۹)

تم یقیناً ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتے ہوتے شاہراہِ زندگی پر آگے بھی بڑھتے جاؤ گے اور بلند بھی ہوتے جاؤ گے۔

اس خوردبینی نفسِ واحدہ سے سلسلۂ تخلیق آگے بڑھا۔ اس نشاۃِ اولیٰ کے بعد وہ نفسِ واحدہ مختلف منازل میں ٹھہرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ اُس پیکرِ بشریت کے مقام تک آ پہنچا جو حیاتِ ارضی میں اس کی جائے قرار ہے۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝ (۶/۹۸)

وہی ہے جس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے نشوونما دی۔ پھر تمہارے لئے مختلف منازل مقرر کیں کہ تم ایک وقتِ معیّن کے لئے ایک منزل میں ٹھہرو اور وہ منزل پھر تمہیں اگلی منزل کے سپرد کر دے۔ بلاشبہ ہم نے اپنے قوانینِ حیات کو سمجھ بوجھ کر رکھنے والوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

اس انتقالِ مکانی، یعنی ایک مستقر سے دوسری منزل تک پہنچنے میں قرنہا قرن (اَلْفَ سَنَةٍ) گزر گئے اور یوں جراثیمِ حیات LIFE CELLS کے ابتدائی مرحلہ کے بعد وہ مقام آ گیا جہاں تخلیق کا سلسلہ بذریعہ تناسل شروع ہوا۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ (۳۲/۸)

پھر اُس کی (انسان کی) نسل کو کمزور سے پانی کے خلاصہ سے بنایا۔

حیوانی زندگی کی ابتدا

یعنی ان تمام سابقہ طبقات سے گزار کر، ہزارہا سال کی تدبیر و تعمیر اور ساخت و بافت کے بعد، اس کا سلسلہ "کمزور سے پانی کے نچوڑ" سے جاری رکھا۔ یعنی حیوانی زندگی کا سلسلۂ افزائش نسل تولید کے ذریعے شروع ہوا۔ (اس سلسلہ میں یہ آیات بھی دیکھئے) یعنی (۱۲ــ۲۳/۱۳)؛ (۳۶/۷۷)؛ (۱۶/۴)؛ (۲۲/۵)؛ (۴۰/۶۷)؛ (۷۷/۲۰)؛ (۵ــ۸۶/۶)؛

(۱۸/۳۷)۔

قافلۂ حیات کی اس منزل میں جو مخلوق پیدا ہوئی اس میں رینگنے والے اور پاؤں کے بل چلنے والے حیوانات سب شامل ہیں۔

وَ اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ ۚ وَ مِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ۚ وَ مِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰٓی اَرْبَعٍ ؕ (۲۴/۴۵)

اللہ نے ہر جاندار حیوان کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں سے وہ ہے جو اپنے پیٹ کے بل رینگتا ہے اور ان میں وہ بھی ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے۔ اور ان میں وہ بھی ہے جو چار پاؤں پر چلتا ہے۔

صرف رینگنے اور پاؤں کے بل چلنے والے ہی نہیں، بلکہ پرندے بھی۔ یعنی وہ تمام مخلوق جس کا سلسلۂ افزائش بذریعہ تناسل آگے بڑھتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ زندگی کی اس بڑی شاخ سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اِدھر اُدھر پھوٹیں۔ اس لئے اس حد تک یہ مختلف اقسام کی مخلوق، دراصل ایک ہی نوع کی مختلف شکلیں اور ایک ہی قافلہ کے مختلف افراد ہیں۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّھِمْ یُحْشَرُوْنَ ۝ (۶/۳۸)

اور زمین میں چلنے والا کوئی حیوان اور ہوا میں اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو تمہاری ہی طرح کی نوع نہ ہو۔ یہ سب کچھ ہمارے قانون کے مطابق ہو رہا ہے جس کے دائرے سے کوئی چیز باہر نہیں رہ سکتی۔ یہ سب خدا کی طرف سے عطا شدہ راہ نمائی کے گرد جمع رہتے ہیں۔ (کوئی اس سے باہر نہیں رہ سکتا)۔

نر و مادہ کا امتیاز

یہ وہ مقام ہے جہاں ذکور و اناث (نر اور مادہ) کا امتیاز محسوس طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔

وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ جَعَلَکُمْ اَزْوَاجًا ؕ (۳۵/۱۱)

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے۔ پھر تمہیں جوڑے بنا دیا۔

یعنی اس مقام پر خلیاتِ حیات (LIFE-CELLS) میں جنسی تخلیق (SEXUAL REPRODUCTION) کا جوہر نمایاں ہوگیا. یہ جرثومے (GERM CELLS OR GAMETES) دو حصوں میں تقسیم ہوگئے. ایک (OVUM) یعنی مادہ کا خلیہ اور دوسرا SPERMATOZOON نر کا خلیہ. یعنی ایک جرثومۂ زندگی، ذوقِ تخلیق سے نر اور مادہ کے خلیوں میں بٹ گیا.

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا......

(۷/۱۸۹)

وہی تمہارا پروردگار ہے جس نے تمہیں ایک نفسِ واحدہ (جرثومۂ حیات) سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنا دیا.

اس سلسلہ میں ان آیات کو بھی دیکھئے. (۲۰۔۳۰/۲۱)؛ (۴/۱)؛ (۳۹/۶)؛ (۴۲/۱۱)؛ (۵۳/۴۵)؛ (۷۵/۳۹).

ہرچند اپنے موضوع کے اعتبار سے ہم اس مقام پر احاطۂ بحث کو صرف حیوانی زندگی تک محدود رکھنا چاہتے ہیں لیکن بعض دیگر نکات کا (جو اُبھر کر سامنے آجاتے ہیں) اجمالی ذکر ناگزیر ہو جاتا ہے. قرآنِ کریم نے نر و مادہ کی تمیز کا ذکر صرف حیوانات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے جوڑے بنائے ہیں.

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ (۵۱/۴۹ نیز ۴۳/۱۲)

اور ہم نے ہر شے کے جوڑے بنا دیئے ہیں. (ہم نے ان امور کا تذکرہ اس لئے ضروری سمجھا ہے) تاکہ تم قانونِ خداوندی کی ہمہ گیری کو پیشِ نظر رکھ سکو.

نباتات میں جوڑے

حیوانات کے ذکور و اناث کے متعلق تو کسی تشریح کی ضرورت نہیں. تحقیقِ جدید نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ کا جوڑا ہوتا ہے اور ان کا مسکن بالعموم پودے کا پھول ہوتا ہے. پھول کی نرم اور نازک پتیوں میں اوپر کی طرف ایک ایسا مادہ ہوتا ہے جس میں نر کا جوہرِ تولید (MALES TAMENS) حفاظت سے رکھا ہوتا ہے. پھول کے درمیانی حصہ میں ایک اور خانہ ہوتا ہے جسے (PISTIL) کہتے ہیں. اسے مادہ کا گوشہ رحم سمجھئے. بعض پودوں میں جنہیں (MONOECIOUS) کہتے ہیں. یہ دونوں جوہر ایک ہی پھول

مسلمان حکماء اور نظریہ ارتقا مغربی محققین سے بہت پہلے مسلما حکما دریافت کرچکے تھے۔ اس باب میں حکیم ابن مسکویہ المتوفی 421 ھ کی معرکہ آرائی تحقیق دنیائے علم میں ایک خاص امتیازی شان رکھتی ھے اس نے اپنے مشہور رسالہ ،،، الفوز الاصغر،،، میں اس نظریہ پر خصوصیت سے بحث کی ھے۔ نباتات کے تدریجیارتقائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے حکیم لکھتے ہیں۔

اب یہی تدریجی ترقی کر کے خرما کے درخت میں بغایت شرف ظہور کرتا ھَ اور نباتات کو مرتبہ اعلیٰ پر پہنچتا ھے۔ کہ اگر اس مرتبہ سے ذرا سا بھی آگے بڑھے تو حیٔیاتی سے نکل جائے اور صور حیوانی اختیار کر لے۔ خرما کے درخت میں نفس کا اثر اس درجہ قوی اور زیادہ ہوتا ھے کہ حیوان سے کثیر مشابہت اور قوی نسبت پیدا ہو جاتی ھے۔ ایک تو مثل حیوان کے اس میں نر اور مادہ ہوتے ہیں اور بار آور ہونے کے لیے نر کو مادہ سے ملانا ضروری ہوتا ھے۔ اس ملانے کو تلقیح کہتے ہیں جو حیوانات کے جماع کے مثل ھے۔ پھر خرما کے درخت میں علاوہ جڑ اور رگوں کے ایک چیز مثل دماغ حیوانات کے ہوتی ھے۔ یہ اس کے لئے ایسی ضروری ھے کہ اگر اس کو کوئی آفت لاحق ہو جائے تو درختِ خرما ضائع ہو جاتا ھے۔ ظاہر ھے کہ مسلمان حکما کے زمانے میں دور حاضر کے ریسرچ کے ذرائع موجود نہ تھے۔ لیہکن ان کے پاس قرآن کریم کی ایک ایسی درخشندہ قندیل تھی جس کی روشنی میں حقائق بے نقاب حو کر سامنے آ جاتے تھے۔

ہر شے کے جوڑوں کے متعلق قرآن کریم کے ارشادات کا ذکر اوپر آچکا ھےخود نباتات کے متعلق سورۃ یٰسین میں ارشاد ھے۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ (٣٦)۔

پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے اگنے والے(پودوں)میں سے ہر ایک کے جوڑے بنا ئے، اور نوع انسانی میں سے بھی اور جنہیں وہ نہیں جانتے، (٣٦)۔

--- O ---

اس ضمناً تذکرہ کے بعد، ہم پھر اپنے اصلی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس نفس واحدہ نے، جس کا ذکر پہلے آ چکا ھے، پیکتِ حیوانی میں بھی قرنہا قرن گزارے۔ ان ادوار میں ،،انسان،، ابھی قابل ذکر شے نہ تھا۔ سورۃ الانسان میں دیکھیئے۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا (١)۔

بے شک انسان پر زمانے کا ایک ایسا وقت بھی گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذِکر چیز ہی نہ تھا، (١)۔

حیوانی زندگی کی ان شاخوں میں سے ایک شاخ اوپر کو اُبھری۔ یہ پیکر انسانی کی شاخ تھی۔ یعنی پیکر حیوانی کو بتدریج سنوارا گیا۔ اسے حشو و زوائد سے پاک کر کے اس کے لطیف و نازک جوہروں میں جلا دی گئ۔ اور یوں عروس حیات، حریم بشریت میں جلوہ ریز ہوئی۔ سورۃ الفطار میں فرمایا کہ

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ (٧)۔

وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر (ہر طرح) سے درست کیا پھر (اعضاء و جوارح) میں تناسب پیدا کیا۔(٧)۔

پھر اسے احسن تقویم عطا فرمائی۔ یعنی بہترین توازن و تناسب کو لئے ہوئے۔ سورۃ التین میں فرمایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (٤)۔

اور یہ واقعہ ھے کہ ہم نے انسان کو بہترین ہییت میں پیدا کیا۔ جس میں توازن و تناسب حسین ترین مقام تک پہنچ گیا۔

دوسرے مقام پر سورۃ التغابن میں فرمایا۔

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ (٣)۔

اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا ہے اور تمہاری صورت بنائی پھر تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (٣)۔

قصہ آدم کی تفصیلات میں جانے سے پہلے ضمنناً یہ بیان کرتا چلوں کہ آدم سے پہلے اس کرہ ارض پر کوئی اور مخلوق آباد تھی جو اب ناپید ھے یا نگاهوں سے اوجھل ہو چکی ھے اسے الجان کہا گیا ھے۔ سورۃ الحجر میں فرمایا کہ

وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ (٢٧)۔

ترجمہ۔ اور ہم نے اس سے پہلے جنوں کو آگ کے شعلے سے بنایا تھا (٢٧)۔

انسان اس مخلوق کا جانشین ھے فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً سے یہی مفہوم ھے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ البقرہ میں فرمایا کہ

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (٣٠)۔

ترجمہ۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں

اب آئیے اصل موضوع کی طرف۔

آدم لفظ کا مادہ ا- د- م ھے۔ اُدمَةُ کے معنی ہیں مل جل کر رہنے کی صلاحیت باہمہ گر مخلوط ہونا۔ اِدَامُ کسی خاندان کا ایسا مثالی فرد جس سے اس کے قبیلے کی پہچانا جائے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ھے کہ اس میں آدم سے متعلق جو قصہ بیان ہوا ھے وہ کسی ایک فرد یا کسی ایک جوڑے یعنی میاں بیوی کی داستان نہیں۔ وہ خود آدمی کی سر گزشت ھے جسے تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ھے۔ قصہ آدم کا آغاز سورۃ السجدہ کے اس بیان سے ہوتا ھے فرمایا۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ (٧) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ (٨) ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (٩)۔

ترجمہ۔ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی (٧) پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے حقیر پانی سے بنائی (٨) پھراس کے اعضا درست کیے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنایا تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو (٩)۔

اگر آپ ان آیات مبارکہ پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ نَفَخَ رُوح سے پہلے تمام ارتقائی منازل میں انسان کے لیے هُوَ یعنی ضمیر غائب استعمال ہوا ھے مثلاً سَوَّاهُ وغیرہ۔ لیکن روح کے فوری بعد یہ ضمیر غائب، مخاطب کُمْ میں بدل گئی ھے جیسے وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ گویا اب انسان تخاطب کے قابل ہو گیا۔ اب وہ مقام آ گیا جہاں اسے سمع و بصر، شعور و ادراک، ارادہ و اختیار عطا کر کے هُوَ یعنی وہ کی بجائے کُمْ تم سے خطاب کیا گیا۔ یہ ہم اوپر درج آیات قرآن سے دیکھ چکے ہیں کہ انسان

کی پیدائش کس سلسلہ ارتقا کے ماتحت واقع ہوئی ہے۔ اور اس سلسلہ ارتقا کے بعد کسی ایک فرد کی تخلیق نہیں ہوئی بلکہ ایک نوع کی تخلیق ہوئی جسے نوع انسانی کہا گیا ہے۔ لہٰذا آدم سے مراد نہ نہیں کہ وہ ،،، سب سے پہلا انسان،،، تھا۔ جو کسی نہ کسی طرح یونہی بنا دیا گیا تھا اور اس سے پھر نسلِ انسانی آگے بڑھی بلکہ آدم سے مراد آدمی ہے۔قصہ آدم خود آدمی کی سر گزشت ہے نہ کہ کسی خاص فرد کی داستان حیات۔ بابا آدم اور اماں حوّا کا تصور بائیبل کا ہے قرآن کا نہیں۔ قرآن نے آدمی کی سر گزشت کو تمثیلی رنگ میں بیان کیا ہے تاکہ مجرد حقیقتیں تشبیہات کے لباس مجاز میں سامنے آ سکیں۔ قرآن کریم کا پہلا ورق الثّنیے اس عظیم المرتبت کتاب کی غرض و غایت اور انسانوں کی تین جماعتوں یونی متقین، کفار اور منافقین کے اجمالی تذکرہ کے بعد سرگزشتِ آدم کی ابتداء ان الفاظ میں ہوتی ہے۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (٣٠)۔

ترجمہ۔۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔

Like Comment Share

Write a comment...

میں نہیں ہوتے بلکہ ایک پھول میں صرف نر کا مادہ تولید ہوتا ہے۔ اسے (STAMINATE) کہتے ہیں اور دوسرے پھول میں مادہ کا جوہر جسے (PISTILLATE) کہتے ہیں۔ بعض پودے ایسے ہوتے ہیں جن میں ایک پودا نر اور دوسرا پودا مادہ ہوتا ہے۔ اس نوع کا نام (DIOECIOUS) ہے۔ سطح بین نگاہوں کے نزدیک یہ تحقیق بھی دورِ حاضرہ کی رہینِ منت ہے۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ نہ صرف نباتات میں نر و مادہ کے امتیاز کا علم بلکہ اصولی طور پر خود نظریۂ ارتقاء مغربی محققین سے بہت پہلے مسلمان حکماء دریافت کر چکے تھے۔

مسلمان حکماء اور نظریۂ ارتقا

اس باب میں حکیم ابنِ مسکویہ (المتوفی ۴۲۱ھ) کی معرکہ آرا تحقیق دنیائے علم میں ایک خاص امتیازی شان رکھتی ہے۔ اس نے اپنے مشہور رسالہ "الفوز الاصغر" میں اس نظریہ پر خصوصیت سے بحث کی ہے۔ نباتات کے تدریجی ارتقائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے یہ حکیم لکھتا ہے؛

> اب یہی تدریجی ترقی کر کے خرما کے درخت میں بغایت شرف ظہور کرتا ہے اور نباتات کو مرتبۂ اعلیٰ پر پہنچاتا ہے۔ کہ اگر اس مرتبہ سے ذرا سا بھی آگے بڑھے تو حدِ نباتی سے نکل جائے اور صورتِ حیوانی اختیار کرے۔ خرما کے درخت میں نفس کا اثر اس درجہ قوی اور زیادہ ہوتا ہے کہ حیوان سے کثیر مشابہت اور قوی نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک تو مثل حیوان کے اس میں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ اور بارآور ہونے کے نر کو مادہ سے ملانا ضروری ہوتا ہے۔ اس ملانے کو تلقیح کہتے ہیں جو حیوانات کے جماع کے مثل ہے۔ پھر خرما کے درخت میں علاوہ جڑ اور رگوں کے ایک چیز مثلِ دماغ حیوانات کے ہوتی ہے۔ یہ اس کے لئے ایسی ضروری ہے کہ اگر اس کو کوئی آفت لاحق ہو جائے تو درختِ خرما ضائع ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان حکماء کے زمانہ میں دورِ حاضرہ کے ریسرچ کے ذرائع موجود نہ تھے۔ لیکن ان کے پاس قرآنِ کریم کی ایک ایسی درخشندہ قندیل تھی جس کی روشنی میں حقائق بے نقاب ہو کر سامنے آجاتے تھے۔

ہر شے کے جوڑوں کے متعلق قرآن کریم کے اشارات کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ خود نباتات کے متعلق ارشاد ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ

اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۶/۳۶)

وہ ذات (تمام نقائص وعیوب سے) پاک ہے جس نے زمین سے اُگنے والے (پودوں) میں سے ہر ایک کے جوڑے بنا دیئے اور خود نوعِ انسانی میں سے بھی اور (ان چیزوں سے بھی) جنہیں وہ (ہنوز) نہیں جانتے۔

زوج کے معنی

واضح رہے کہ بنیادی طور پر زوج کے معنی جوڑا ہی نہیں ہوتے۔ اس سے مراد ایسا جوڑا ہوتا ہے جس میں ایک فرد کی تکمیل دوسرے فرد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مثلاً گاڑی کے دو پہیئے ایک دوسرے کے زوج کہلاتے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک نہ ہو تو دوسرا بیکار ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ دونوں موجود ہوں اور ایک جیسے ہوں تو ان کا مقصدِ تخلیق پورا ہو سکتا ہے۔ زوج کے اس تصور کو سامنے رکھنے سے بہت سے گوشے بے نقاب ہو جاتے ہیں۔

اس ضمنی تذکرہ کے بعد، ہم پھر اپنے اصلی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس نفسِ واحدہ نے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے، پیکرِ حیوانی میں بھی قرنہا قرن گزارے۔ ان ادوار میں "انسان" ابھی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ (۷۶/۱)

کیا انسان پر وہ زمانہ نہیں گزر چکا جب یہ قابلِ ذکر شے نہ تھا۔

پیکرِ انسانی

حیوانی زندگی کی ان تمام شاخوں میں سے ایک شاخ اوپر کو اُبھری۔ یہ پیکرِ انسانی کی شاخ تھی۔ یعنی پیکرِ حیوانی کو بتدریج سنوارا گیا۔ اسے حشو وزوائد سے پاک کر کے اس کے لطیف و نازک جوہروں میں جلا دی گئی اور یوں عروسِ حیات، حریمِ بشریت میں جلوہ ریز ہوئی۔

اَلَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ (۸۲/۷)

وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر (ہر طرح سے) درست کیا

پھر (اعضاء وجوارح میں) تناسب پیدا کیا۔

پھر اسے احسنِ تقویم عطا فرمائی۔ یعنی بہترین توازن وتناسب کو لئے ہوئے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ (۹۵/۴)

اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ہیئت میں پیدا کیا جس
میں توازن و تناسب حسین ترین مقام تک پہنچ گیا۔

دوسرے مقام پر "احسن صور" کہا گیا ہے (۲ ـــ ۶۴/۳)۔

یہ احسنِ تقویم کیا ہے؟ اس بہترین ہیئت میں کون سی امتیازی خصوصیت ہے؟ وہ کون سا جوہرِ خصوصی ہے جس کی بنا پر انسان سلسلۂ ارتقاء کی سابقہ کڑیوں سے الگ حیثیت کا مالک بن گیا۔ قرآن کریم نے اسے ایک لفظ میں بیان فرمایا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہی لفظ اس کی امتیازی خصوصیات کو ایک نمایاں معنیت سے ادا کر سکتا ہے۔ فرمایا۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (۳۲/۴)۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی) یعنی شجرِ ارتقاء کی اس شاخِ بلند و بالا کو ہر طرح سے درست کیا۔ اس میں مناسب صلاحیت و استعداد پیدا کی۔ اسے سنوارا۔ آگے بڑھایا۔ اور جب اس میں یہ صلاحیتیں پیدا ہو گئیں تو اسے درجۂ حیوانیت سے آگے بڑھا کر اس میں خدائی توانائی (DIVINE ENERGY) کا شمہ ڈالا۔ اب وہ دیکھنے، سننے اور سمجھنے سوچنے والا انسان بن گیا۔ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (۳۲/۹) اور اس نے تمہارے لئے سمع، بصر اور فواد بنایا۔ (یعنی عقل اور جذبات دونوں عطا کر دیئے) لیکن تھوڑے ہیں جو ان صلاحیتوں کی بھرپور نشو و نما کرتے ہیں۔ یہ "روحِ خداوندی" کیا ہے جس کی کرشمہ سازیوں نے ایک

شرفِ انسانیت

پیکرِ آب و گل کو کائنات کا جانِ مدعا بنا دیا؟ اس کی تفصیل تو اپنے مقام پر آئے گی، اس وقت صرف اتنا دیکھئے کہ اس "نفخِ روح" سے حاصل کیا ہوا؟ قرآن کریم کے الفاظ میں اس سے سمع و بصر و فواد عطا ہوا۔ کہنے کو تو یہ تین لفظ ہیں، لیکن غور سے دیکھئے تو شرف و مجدِ انسانیت کی پوری کی پوری دنیا ان تین گوشوں میں سمٹ آئی ہے۔ سمع و بصر انسانی حواس کے نمائندے ہیں جو خارجی دنیا کی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ یہ معلومات انسانی قلب (MIND) تک پہنچتی ہیں اور اس سے انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے لئے کچھ فیصلہ کرے۔ اس کے اس طرح فیصلے کرنے کی صلاحیت کو اس کا اختیار و ارادہ کہتے ہیں۔ اسی سے انسان ایک ذمہ دار مخلوق بن گیا ہے۔ سورہ الدھر میں ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ
سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا

کیا۔ بکھری ہوئی شوخیاں سمٹ کر بجلیاں بننے لگیں۔ جنت کی حوروں نے کن انکھیوں سے باہم اشارے کئے۔ ناموسِ فطرت کی نگاہوں میں ہلکا سا تبسم پیدا ہوا۔ حریمِ قدس کے رازداروں نے کانوں ہی کانوں میں کچھ سنا۔ زمین کانپی۔ آسمان تھرتھرایا۔ چاند کا ساغرِ زرّیں چھلک گیا۔ ستاروں کے ننھے سے دل دہل گئے۔ فضا میں ایک شور اٹھا اور ؎

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد — حُسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
فطرت آشفت کہ از خاکِ جہانِ مجبور — خودگرے خودشکنے خودنگرے پیدا شد
خبرے رفت ز گردوں بہ شبستانِ ازل — حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد
آرزو بے خبر از خویش بآغوشِ حیات — چشم وا کرد و جہانِ دگرے پیدا شد

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر
تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد

حوروں نے نغمۂ تبریک گایا۔ فرشتوں نے سر جھکایا۔ ارض و سماوات نے اپنی باج گزاری کا خریطہ پیش کیا۔ ابلیس نے مقابلہ کا چیلنج دیا۔ اور یوں یہ عالمِ بے کیف، دنیائے رنگ و بو اور جہانِ سوز و ساز بن گیا۔ اب درحقیقت اس پروگرام کی پہلی منزل شروع ہوئی جس کے پیشِ نظر عالمِ جمادات سے لے کر پیکرِ انسانی تک کے ارتقائی مراحل قرنہا قرن کے عرصۂ دراز میں طے ہوئے تھے۔ اب وہ مقام آگیا جہاں انسان تخاطب کے قابل ہوگیا۔ جہاں اسے سمع و بصر، شعور و ادراک، ارادہ و اختیار عطا کر کے ھُوَ (وہ) کے بجائے (کُمْ[1]) تم سے خطاب کیا گیا۔ یہ تو ہم پچھلے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ انسان کی پیدائش کس طول طویل سلسلۂ ارتقاء کے ماتحت واقع ہوئی ہے اور اس سلسلۂ ارتقاء کے بعد کسی ایک فرد کی تخلیق نہیں ہوئی بلکہ ایک نوع کی تخلیق ہوئی جسے نوعِ انسانی کہا گیا ہے۔ لہٰذا آدم سے یہ مراد نہیں کہ وہ "سب سے پہلا انسان" تھا جو کسی نہ کسی طرح یونہی بنا دیا گیا تھا اور اس سے پھر نسلِ انسانی آگے بڑھی بلکہ آدم سے مراد آدمی

---

[1] سابقہ عنوان میں ۹/۳۲ ملاحظہ کیجئے۔ "نفخِ روح" سے پہلے تمام ارتقائی منازل میں انسان کے لئے ھُوَ (ضمیرِ غائب) استعمال ہوئی ہے۔ مثلاً (سوا ؟) وغیرہ۔ لیکن نفخِ روح کے فوری بعد یہ ضمیرِ غائب، مخاطب (کُمْ) سے بدل گئی ہے۔ وجعل لکم السمع گویا اب انسان تخاطب کے قابل ہوگیا۔

آدم سے مُراد! (THE MAN) ہے۔ قصہ آدم خود آدمی کی سرگذشت ہے نہ کہ کسی خاص فرد کی داستانِ زندگی۔ "بابا آدم اور اماں حوا" کا تصور بائبل کا تصور ہے قرآن کا نہیں۔ قرآن نے آدمی کی سرگذشت کو تمثیلی رنگ میں بیان کیا ہے تاکہ مجرد حقیقتیں تشبیہات کے لباسِ مجاز میں سامنے آسکیں۔

آغازِ داستان قرآنِ کریم کا پہلا ورق الٹئے اس عظیم المرتبت کتاب کی غرض و غایت اور انسانوں کی تین جماعتوں (متقین، کفار اور منافقین) کے اجمالی تذکرہ کے بعد سرگذشتِ آدم کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (۲/۳۰)

اور جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ میں دنیا میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

لفظ خلیفہ کی تشریح، اس عنوان کے آخر میں ملے گی۔ یہاں صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ اس سے مراد "خدا کا خلیفہ" نہیں اس سے مطلب سابقہ آبادی یا نوع کا جانشین ہے۔ "خلیفۃ اللہ" قرآن میں کسی کو نہیں کہا گیا۔

انسان سے پہلی انواع میں (ہم دیکھ چکے ہیں کہ) اختیار و ارادہ کی قوت نہیں تھی۔ سلسلۂ ارتقار میں یہ پہلی کڑی تھی جسے اختیار و ارادہ دیا گیا تھا۔ باقی کائنات (جسے اختیار و ارادہ حاصل نہیں) بلاچون و چرا قانونِ خداوندی کے مطابق اپنے اپنے مفوضہ فرائض کی تکمیل میں سرگرمِ عمل ہے۔ لیکن انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو قانونِ خداوندی کی اطاعت کرے اور چاہے تو اس سے سرکشی اختیار کر لے۔ قانونِ خداوندی سے سرکشی کا نتیجہ، فساد کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کائنات کی قوتوں (ملائکہ) نے کہا کہ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (۲/۳۰) کیا اب دنیا میں ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیا جائے گا جو اس میں فساد انگیزیاں اور خون ریزیاں برپا کر دے گی؟ اس کے برعکس، ہماری یہ حالت ہے کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (۲/۳۰) ہم ہمیشہ تیرے پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل رہتے ہیں جس کے نتائج دیکھ کر ہر دیدۂ بینا معترف حمد و ستائش ہو جاتے اور اس میں جتنی دُور تک بھی ہمیں جانا پڑے جاتے ہیں؛ کبھی تھکتے ہی نہیں۔

خلاقِ فطرت کے چہرۂ جمال آگیں پر ایک حسین سی ہنسی برقِ طور بن کر لہرا گئی اور ارشاد ہوا کہ

جی قارئین! آپ کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ کاپی پیسٹر کون ہے۔ ہمارے بھٹی صاحب نہ صرف یہ کہ اس اپنے نوٹ کو اپنی تحریر کہتے ہیں جیسا کہ اُن کے ذیل کے کمنٹ سے ظاہر ہے

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب آّن نوٹس پر 2010 اور 2011 کی تاریخ اس بات کا واضح ثبوت ھے کہ میں اپنی تحریر میں کمی بیشی نہیں کرتا۔ باوجود اس کے، آپ نے میرے نوٹ کو اپنے نوٹ کیساتھ موازنہ کرنے کی کوشیش کی۔ محترم میں آپ کی طرح نا تو شاطر ھوں اور نہ ہی چالاک، آپ نے 7 صفحات پر مشتمل نوٹ پیش کیا۔ جب اّس کا جواب لکھا تو پوسٹ کرنے سے پہلے جب اّس کو دوبارہ دیکھا تو جناب کے صفحات 23 تک پہنچ چکے تھے۔ اگر آپ کی تحریر میں یہ خوبی ھوتی کہ وہ اپنی اصل حالت میں ہی رہتی تو میں شاید آپ پر اّس کو نا پیش کرنے کی پابندی نہ لگاتا۔ پھر بھی میں اپنے نوٹس کو ڈیلیٹ کر کے کامنٹس کر رہا ھوں۔ آپ کو جواب صرف کامنٹس میں دینے ہیں۔ اور میری اجازت کے بغیر میری تحریر کو آپ اّس پیج کے علاوہ کہیں نہیں پیش کرینگے۔ کچھ اخلاق بھی سیکھ لیں۔ کیا آپ کے پیرومرشد نے آپ کو اتنی بھی تمیز نہیں سیکھائی۔ ثم تتفکرو۔

September 1 at 4:02am · Like

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ذیل کے کمنٹ سے آپ کو اندازہ ہو جائے کہ وہ اس کاپی پیسٹ کے جملہ حقوق بھی اپنے نام درج کروا چکے ہیں۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ امین اکبر صاحب آپ کی عقل پر افسوس ھو رہا ھے۔ گویا میں نے وقت برباد کیا اس کے سوا کچھ حاصل وصول نہیں۔ میں نے جو جو باتیں لکھیں تھیں۔ آّن کا غلط مطلب خود سے ہی اخذ کر کے سوچ لیا کہ میں نے ویسا کہا تھا۔ آپ کو آخری مرتبہ تنبیہہ کر رہا ھوں کہ آئندہ میری تحریر کو اپنے نوٹ میں پیش کرنے کی جرات مت کیجئیے گا۔ آپ میں تو اتنی بھی اخلاقی جرات نہیں کہ اپ کسی کی چیز کو استعمال کرنے سے پہلے اّس سے اجازت ہی لے لیں۔ رہی بات کہ علامہ پرویز صاحب کی کتاب سے نقل کر کے پیش کیا ھے تو اس مین آپ کو کیا تکلیف ھے۔ میں چاھوں تو جہاں سے مرضی نقل کر کے آپ کو جواب دوں۔ جب آپ سے کبھی اس موضوع پر بات ھو گی تو اس کا جواب تب ہی دونگا۔ ابھی جو سوالات پیش کئے تھے آّن پر کامنٹس کریں۔ میں نے آپ کے ساری پوسٹیں ڈیلیٹ کر دی ہیں۔ کیونکہ میرے بار بار منع کرنے کے آپ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے۔ اب آپ صرف کامنٹس ہی کر سکیں گے۔ ثم تتفکرو۔للہ÷

September 1 at 11:58am · Like

ڈسکشن: آصف بھٹی:

حرفِ آخر

محترم آصف بھٹی صاحب!!!!السلام علیکم

آج مورخہ 13 ستمبر 2013، بوقت 2 بجے سہ پہر میں یہ مضمون تحریر کر رہا ہوں۔

کیا آپ نے غور کیا کہ آپ کی مسلسل اور متواتر درخواستوں اور مطالبات کے جواب میں کسی محترم دوست نے آپ کی تجویز کو پذیرائی نہیں بخشی۔

کیوں؟

اس لئے کہ احباب کی اکثریت اس طرح کی روش، جہاں دوسروں پر کیچڑ اچھالا جائے، ذاتی کرادرکشی کی جائے۔ گالیاں دی جائیں۔ فتوئے صادر کئے جائیں۔اس سے نفرت کرتی ہے، اسے مسترد کرتی ہے۔

بھٹی صاحب!! میں خود بھی اس طرز کلام اور روش سے شدید نفرت کرتا ہوں۔اس سے بڑھ کر کہتا ہوں کہ ایسا طرز عمل جہاں دوسروں کو گالیاں نکالی جائیں، دوسروں کی کردار کشی کی جائے، دوسروں پر فتوے صادر کئے جائیں، میری نظر میں کمینگی اور اخلاقی پستی کی انتہا ہوتے ہیں۔یہ عمل شیطان کا ہوا کرتا ہے۔

بھٹی صاحب !! فیس بک پر احباب کا ایک دوسرے سے مکالمہ، مباحثہ، دراصل کسی مخصوص موضوع پر ہر انسان کا انفرادی نقطہ نظر ہوتا ہے، دیکھنے کا انداز ہوتا ہے، سوچ کا زاویہ ہوتا ہے، جو ہم ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرتے ہیں۔ دنیا میں اربوں انسان بستے ہیں۔ ہر انسان اپنی فہم وصلاحیت سے کسی معاملے کو سمجھتا ہے۔ اس کے بارے میں ایک رائے قائم کرتا ہے۔ جو درست بھی ہوسکتے ہیں اور غلط بھی۔

تبادلہ خیالات کے اس عمل میں نفیس لوگ کبھی بھی تحمل، بردباری، برداشت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ دوسروں کے نقطہ ہائے نظر کا احترام کرتے ہیں۔ دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دوسروں کی بات تحمل سے سنتے ہیں۔ اس پر اپنا موقف بھی بیان کر دیتے ہیں، لیکن کبھی بھی اپنی سوچ، اور نقطہ نظر کو حرف آخر قرار نہیں دیتے اور نہ ہی دوسروں سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔

نقطہ نظر کے اختلاف کو، علمی گفت وشنید کے دائرے میں رکھتے ہیں۔ اسے ذاتی انا، ہار جیت، اور دشمنی کی نذر نہیں کرتے۔ دوسروں کے اختلافی نقطہ نظر کو خوش دلی سے قبول کرتے ہیں۔ اس پر اپنا نقطہ نظر بیان کرکے، فیصلے کا اختیار قارئین کو دے دیتے ہیں۔ کیونکہ تبلیغ کے عمل میں "بات منوانا نہیں بلکہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے"

گذشتہ کئی ماہ سے فیس بک کے ان صفحات پر آپ کی روش دوستوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ کسی بھی موضوع پر بات ہو، آپ کا اصرار ہوتا ہے کہ آپ کی بات مانی جائے۔ اس دوران آپ اس بات کا لحاظ کئے بغیر کہ آپ کا مکالمہ کس سے ہو رہا ہے، ایسے لوگوں کو بھی اپنی تنقید، فتوؤں اور گالم گلوچ کا نشانہ بنانا شروع کر دیتے ہیں، جو اس مکالمہ کے فریق ہی نہیں ہوتے۔ نہ ہی آپ کے ان ذاتی حملوں، اور کردارکشی کا دفاع کرنے کے لئے اس پوسٹ پر دستیاب ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ میں آپ کا یہ عمل، غیبت کے زمرے میں آتا ہے۔

میں نے ایک سے زیادہ بار کوشش کی۔ آپ کو متوجہ کیا۔ آپ سے درخواست کی۔ کہ جناب بات مجھ سے ہو رہی ہے اسے مجھ تک ہی محدود رکھیں۔ یہ درخواست بھی مسلسل کرتا رہا، کہ گفتگو میں شائستگی، رواداری اور اعلیٰ انسانی اقدار اور اوصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ میں اسے اپنی بدقسمتی ہی کہوں گا کہ آپ نے مجھ ناچیز کی ایک بھی نہ سنی اور بے تکان ہر زندہ اور مردہ انسانوں کو گالیوں اور فتوؤں سے نوازتے رہے۔

بھٹی صاحب!! کبھی آپ نے غور کیا کہ آج تک مجھ سمیت آپ نے کتنے لوگوں کو بلاک کیا ہے۔ کبھی ان کی تعداد پر بھی غور فرمالیں۔ اس کے بعد سوچیں، آخر اتنی کثیر تعداد میں لوگوں کو بلاک کرنے کی نوبت و ضرورت ہی کیوں پیش آتی ہے؟ پھر یہ بھی سوچئے گا کہ کیا لوگوں کی یہ کثیر تعداد ہی غلط تھی اور صرف آپ ہی حق پر تھے؟

بھٹی صاحب !! بخدا لوگوں کی اکثریت، اس طرح کے غیر ذمہ دارانہ طرز عمل سے نفرت کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے چند دوست اس حوالے سے مختلف موقف رکھتے ہوں، اور آپ کو اکساتے بھی ہوں، آپ کی واہ واہ بھی کرتے ہوں، لیکن یقین کر لیں کہ لوگوں کی اکثریت اس طرح کی خرافات سے بیزار ہے۔

ایک اچھے دوست اور ہمدرد ہونے کے ناطہ، میں آپ کے حوالے سے اپنا تجزیہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ بالکل دعویٰ نہیں کر رہا کہ جو تجزیہ میں دے رہا ہوں، وہ حرف بہ حرف اٹل ہے۔ البتہ میں نے آپ کے حوالے سے اس طرح کی رائے قائم کی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ شاید ہائی بلڈ پریشر کے مریض ہیں، اور ممکن ہے کہ شوگر بھی ہو۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب کوئی کمنٹ آپ کی سوچ اور مزاج کے خلاف آتا ہے تو آپ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کیفیت میں جب آپ جواب تحریر کرتے ہیں تو اس میں ربط نہیں رہتا۔ تحریر کی زبان اور انداز پر قابو نہیں رہتا۔ نہ ہی اس بات کا ادراک رہتا ہے کہ بات ہو کس سے رہی ہے اور آپ گالیاں کسے دے رہے ہیں۔

دوئم ۔ میرا خیال ہے کہ آپ ایک نفسیاتی عارضہ کا شکار ہیں ۔ جسے میڈیکل کی زبان میں ، Superiority complex، کہتے ہیں ۔ اس عارضہ میں لوگ اس طرح سمجھتے ہیں کہ "بس میں ہی جانتا ہوں" اور جو کچھ جانتا ہوں وہ ہی سچ ہے باقی جو کہا جا رہا ہے وہ غلط ہے۔ اس عارضہ

میں لوگ، دوسرے انسانوں کو اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں۔ اس بات کو اپنا حق سمجھتے ہیں کہ لوگ چاہیں یا نہ چاہیں، ہماری تعریف کریں، ہماری ہاں میں ہاں ملائیں۔

یہ ہی وجہ ہے کہ آپ اپنی تبرہ سازی میں نہ تو اس بات کا لحاظ کرتے ہیں کہ مذکورہ شخصیت آپ کی گالیوں کے جواب دینے لئے زندہ بھی ہے یا نہیں۔

دن رات اپنے سابقین کو گالیاں دینا ایک طرح سے آپ کا ٹریڈ مارک بن چکا ہے۔

ہم جنہیں اپنے آج کی بھی کماحقہ معلومات نہیں ہوتیں، ان لوگوں کے ایمان اور ان کی نیتوں پر فتویٰ سازی کرتے ہیں جو ہزاروں سال پیشتر دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور اپنے اعمال کے ساتھ اپنے رب کے سامنے پیش ہو گئے ہیں۔ اب ان کے اعمال اور ان کے نتائج سب کچھ ان کے رب کے سامنے موجود ہیں۔

جب ہم اس دنیا میں ان کے اعمال پر، ان کی نیتوں پر کفر و اسلام کے فتوے صادر کریں، تو گویا اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ شاید ہمارا رب ان ہستیوں کے معاملات میں معاذ اللہ کوئی غلطی نہ کر لے، یا انصاف کے تقاضے پورے نہ کر سکے۔

بھٹی صاحب !! میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ خلوص دل سے چاہتا ہوں کہ آپ ان کمزوریوں پر قابو پا لیں۔ اپنی اصلاح کر لیں۔ سب کو اپنے جیسی مخلوق سمجھیں۔ اپنے موجودہ اور سابقین سب کے علمی اثاثوں پر اپنے رائے دیں ضرور دیں۔ جو آپ کے نقطہ نظر کے مطابق درست نہیں،

انہیں سامنے بھی لائیں۔ علمی بحث کریں، مکالمہ کریں، تنقید کریں۔ لیکن یہ سب کچھ اعلیٰ انسانی اقدار اور رواداری کے دائرے میں کریں۔

اس بات کو ذہن میں رکھ کر کریں کہ ممکن ہے آپ کے تجزیہ میں کوئی کمی ہو۔ ممکن ہے ساری بات آج آپ کی سمجھ میں نہ آ سکی ہو۔ ممکن ہے آنے والے کل میں آپ کے موقف میں تبدیلی آ جائے۔

بھٹی صاحب !! دنیا میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ ہوتا چلا آ رہا ہے۔ بڑے بڑے اسکالر اپنے کل کے حوالے سے بہت سارے نظریات سے رجوع کر لیتے ہیں۔ یہ تو بڑی اعلیٰ ظرفی کی بات ہوتی ہے کہ انسان اپنی فہم کی کوتاہی کو مان کر اس سے رجوع کر لے۔ صرف ایک مثال دینا چاہوں گا۔

علامہ اقبال امت کے محسنین میں سے ہیں۔ آج کسی مقرر کا خطاب اور مصنف کا کلام، مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ علامہ اقبال کے اشعار میں سے کچھ پیش نہ کرے۔ آپ تو خود علامہ اقبال کے بڑے مداح ہیں۔ سالوں سے اپنی آئی ڈی پر ان ہی کی تصویر آویزاں کر رکھی ہے۔ غور فرمائیں ایک دور تھا جب وہ کہتے تھے۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

پھر جب ان پر ادراک کی راہیں مزید کشادہ ہوئیں، شعور مزید پختہ ہوا، سوچ میں مزید گہرائی آئی۔ توانہوں نے اپنے سابق موقف کو اس طرح سے تبدیل کیا۔

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

آج میں اس مضمون کے توسط سے آپ سے درخواست گزار ہوں کہ خدارہ، اپنی روش پر غور فرمائیں۔ اپنی توانائیاں، اپنی صلاحیتیں، لوگوں کو گالیاں دینے، ان پر کفرو منافقت کے فتوے صادر کرنے اور ان کی تضحیک و کردار کشی کرنے پر ضائع نہ کریں۔ علمی تنقید ضرور کریں۔ دوسروں کی کاوشوں کا جائزہ ضرور لیں۔ جہاں کوئی بات درست نہ لگے، اس پر مدلل تنقید کریں۔ پھر معاملہ پڑھنے والوں پر چھوڑ دیں۔ قارئین خود بڑے منصف ہیں۔

آخر میں، میں اس بات پر معذرت خواہ ہوں کہ اپنی بات سمجھانے کے لئے مجھے اس طرح کے طرز عمل کا سہارا لینا پڑا جس سے میں خود بھی بیزار ہوں، لیکن کیا کریں۔

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو

بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

دوستوں سے بھی یہ کہوں گا کہ بعض اوقات علاج کے لئے، نشتر کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے۔ اس ہی حکمت عملی کے تحت اس انداز میں اپنی بات سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس عمل میں دوستوں کو جس کوفت کا سامنا کرنا پڑا ہے، میں اس پر معذرت خواہ ہوں۔

آخر میں بھٹی صاحب!! اگر آپ کو میرے کسی عمل سے کوئی دکھ، تکلیف یا پریشانی پیش آئی ہو، تو اپنا چھوٹا سمجھ کر درگذر فرمایئے گا۔ میرا مقصد نیک تھا، اور ہے۔ میں کل بھی آپ کی عزت کرتا تھا، اور آج بھی کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ کی کتاب، اور نبی ﷺ کی سنت مجھے تمام انسانوں سے محبت کرنے اور عزت کرنے کا درس دیتی ہے۔

میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کے سینے دین حق کو سمجھنے کے لئے کشادہ کر دے۔ ایک دوسرے کا احترام اور ایک دوسرے سے محبت کرنے والا بنا دے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ، کی جیت کے لئے لڑنے والا بنا دے۔ ہمیں ذاتی ہار جیت، اور انا جیسی تخریبی سوچ سے محفوظ رکھے۔ ہمیں تبلیغ دین کے طور طریقے سکھا دے، اور ان پر عمل ہمارے لئے آسان کر دے۔

اپنا بہت سارا خیال رکھیے گا۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

آپ کے غور و فکر کے لیے میں ایک بار پھر چاہتا ہوں کہ وہ تمام اختلافات ہمارے درمیان ہوئے ان پر ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔ بھٹی صاحب، خدارا صرف اس نیت سے پڑھیے گا کہ کوئی بھی غلط ہو سکتا ہے۔

بھٹی صاحب، شروع میں بہت اچھے تعلقات آپ کے ساتھ رہے ہیں۔ مجھے آپ کی طرف سے پہلی بد گمانی آپ کے اس کمنٹ کے بعد ہوئی جس میں آپ نے کہا تھا کہ قرآن کریم کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے الفاظ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ کو حضور ﷺ نے سوچ بچار کے بعد ہمارے لیے آسان الفاظ میں لکھا ہے۔ وہ کمنٹ یہ تھا۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ شہباز صاحب لگتا ھے کہ آپ کو شرک
سمجھانا ہی پڑیگا۔ چلئیے غور کریں۔ انسان کے درجات کو بلند کر دینا
جس سے خدا کے درجات انسان کےبرابر آ جائیں شرک کہلاتا ھے۔
چونکہ خدا کا کوئی ہمسر نہیں۔ جب اُس کے فرمان سے اعراض برتا
کی بتائی ھوئی باتوں کو سمجھ کے قابل تصور کر لیاجائے اور انسانوں
جائے تو وہ بھی شرک ھوتا ھے۔ القرآن اللہ پاک نے نازل کیا ھے۔ اس
جہت سے وہ کلام اللہ کہلاتا ھے۔ لیکن خدا نے اسے لکھ کر نہیں دیا۔
نبی اکرم۴ نے نازل شدہ علم پر غور و خوض کر کے اس کی حکمت و
ہدایت کو سمجھا اور پھر اسان عربی میں لکھ کر دیا۔ اس طرح یہ قول
رسول اللہ۴، حدیث رسول کریم۴ کہلاتا ھے۔ نبی اکرم۴ نے دین میں
صرف القران کو ہی حجت قرار دیا جس کو آپ نے پیش کرتے وقت اُمت
کو مخاطب کرتے ھوئے کہا کہ اس کو مضبوطی کیساتھ تھا مو۔ اس لئے
دینِ اسلام میں صرف یہی ایک واحد کتاب ھے جو حکمت و ہدایت اور نور
اللہ و نبی۴ کا سرچشمہ ھے۔ اب ذیل میں آیات کے ریفرنس دیکھ کر
بتائیے کہ آپ کس طرح مشرک نہیں ہیں۔
۱۔۔۔ کیا آپ کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتے۔ اگر آپ کسی فرقے
سے تعلق نہیں رکھتے تو پھر آپ مسلمان کیسے ہیں؟ اور اگر فرقے
سے تعلق رکھتے ہیں تو حکمِ ربی یہ ھے کہ۔ فرقہ بندی شرک ھے۔
۳۱/۳۰۔۔۔۔ ۱۳/۴۲
۲۔۔۔ کیا آپ ان امامین و محدثین کی کتب سے دین کو نہیں سمجھتے۔
اگر نہیں سمجھتے تو اُن کے دفاع میں احکاماتِ ربی کی دھجیاں یوں
بکھیرتے کیوں پھرتے ھو۔ اور اگر اُن محدثین و امامین کی روایات کو
درست جانتے اور اُن پر ایمان کو قائم کر چکے ھو تو پھر حکمِ ربی یہ ھے
کہ۔ ۔ غیر اللہ کا اتباع شرک ھے۔ ۱۶۶/۲۔۔۔ ۱۲۲/۶۔
۳۔۔۔ کیا آپ آباو و اجداد کی پیروی نہیں کرتے۔ اگر نہیں کرتے تو نماز
کیسے ادا کرتے ھو۔ اور اگر کرتے ھو تو حکمِ ربی یہ ھے کہ۔۔۔ ۱۷۳/ ۷۔
۴۔۔۔ جذباتی ھو کر دوسروں پر کیچڑ اُچھالتے پھرنا بھی شرک ھے۔
کیونکہ جذبات کو خود پر حاوی کر لینا بھی شرک ھے۔ حکمِ ربی یہ ھے
کہ۔۔۔ اپنے جذبات کو اپنا معبود بنا لینا بھی شرک ھے حکم ربی یہ ھے۔
کہ۔۔۔ ۴۳/ ۲۵۔۔۔ ۲۴۔۔۴۵/۲۳۔ آپ آیات کا اچھی طرح مطالعہ کر کے جواب
دیں۔ شکریہ۔ ثم تتفکرو۔
3 hours ago · Like

آپ کے یہ انڈر لائن کمنٹ پڑھ کر ایک دفعہ تو جیسے جان ہی نکل گئی، لیکن اس سب کے باوجود

میں نے آپ کا موقف جاننا چاہا۔ اس لیے ہی یہ خفیہ پوسٹ بنا کر لگائی تا کہ کوئی ہماری بات چیت میں مخل نہ ہو۔ میرا پہلا کمنٹ یہ تھا۔

امین **Ameen Akbar** اس پوسٹ کو فی الحال آصف بھٹی صاحب اور مہوش حمان ہی دیکھ سکتے ہیں۔
August 18, 2012 at 5:03am · Like

امین **Ameen Akbar** بھٹی صاحب میں رسول نبی، وحی اور آپ کے کمنٹ کہ جو کہ انڈر لائن ہے کے بارے آپ کا موقف یا نظریہ جاننا چاہتا ہوں۔
August 18, 2012 at 5:04am · Like · 1

میرے کمنٹس ہی اس بات کے گواہ ہیں کہ میں نے آپ کی بات کو پورا سمجھنے کی پوری کوشش کی تھی، مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔

موجودہ مکالمہ کو شروع کرنے سے پہلے ہی میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ زیر بحث موضاعات کا مطالعہ ختم کر لیں ایسا نہ ہو کہ یہ بحث درمیان میں ہی ختم ہو جائے۔ اپنے اندیشے کا اظہار میں نے ان الفاظ میں کیا تھا۔

امین **Ameen Akbar** بہت شکریہ جناب، آپ نے مطالعہ شروع کر دیا۔ کوئی بات نہیں تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ جب ذہن دوبارہ تروتازہ ہو جائے پھر آگے بھی کتاب کا تجزیہ کر لیجیے گا۔ جب آپ تجزیہ ختم کر لیں گے تو پھر بات ہو گی انشاء اللہ۔ ابھی بات شروع ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ ہم ادھر ہی رک جائیں۔ آپ اعتراضات کو نمبر دیتے جائیں۔ نمبر وار ہی ہر اعتراض پر بات کر لیں گے۔
July 17 at 5:35pm · 1

میری اس ضد کے جواب میں آپ کے جواب نے میری بولتی بند کر دی تھی۔ کچھ یاد ہے آپکو کہ آپ کا جواب کیا تھا۔ چلیں میں بتا دیتا ہوں۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم کیا یہ علمی انداز ھے۔ کیا آپ نے اُس خاص موضوع کا حوالہ دیکر گفتگو کی بات کی تھی؟ آپ سے بات کتاب کے حوالے سے تھی کہ پہلے اس کتاب کو پڑھ لوں تو پھر محمد حنیف صاحب کے بارے میں کچھ کہوں۔ سو میں نے آپ کی بات کا احترام کیا، اب آپ اپنی بات میں ایک اور شق لے آئے ہیں کہ آپ کو علامہ پرویز صاحب پر بات کرنا ھے۔ میں اپنے رب جلیل کی قسم کھا کر کہتا ھوں کہ بشرطِ زندگی میں کتاب کے آخری لفظ تک آپ کے ہمرکاب انصاف کی بنیاد پر تجزیہ کرونگا۔ اور یہ بھی کہ میں ترتیب کے علاوہ آپ سے گفتگو ہرگز نہیں کرونگا۔ اب میں نے اپنا اور آپ کا راستہ بند کر دیا ھے۔ اور انصاف کے تقاضے کے مطابق خود کو قسم کا پابند بھی کر لیا ھے کہ نہ آپ کو بھاگنے دونگا اور نہ ہی کسی موضوع سے صرفِ نظر کرنے دوں گا۔ آپ حیلوں بہانوں سے مولف کی باطل خیالی کو صرف نظر کرنا چاھتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس جواب نہیں ھے تو مان لیجئیے کہ جناب محمد حنیف صاحب کی عقل گھاس چرنے کے سوا کسی قابل نہیں رہ گئی۔ ورنہ دلیل کیساتھ میرے اعتراض کا رد پیش کریں۔ ثم تتفکرو۔
July 19 at 4:52pm · Edited

Ameen Akbar مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ اتنا آگے چلیں جائیں گے۔ ٹھیک ہے۔ اب ایک آدھ دن کا ٹائم مجھے دے دیں۔ ایک پوسٹ تو آپ کی یہ ہو گئی دوسری کون سی ہے؟
July 19 at 4:58pm

اس کے بعد آپ کا طرزِ تخاطب تھا جو نا صرف باعث تکلیف تھا بلکہ تعلقات کو مزید بگاڑنے کا باعث بنا۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ آپ جیسا گدھا ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔ جب اللہ رب العزت انسان کا طریقہ خلق تبدیل کرینگے تو اُس کے بعد آپ جیسے درختوں پر ہی اُگا کریں گے۔ کبھی تو عقل کا استعمال کر لیا کرو۔ کیسی بیہودہ سوچ ھے کہ اللہ کی روش تبدیل ھو سکتی ھے۔ فضول کامنٹس کر کے مجھے متوجہ مت کرنا۔ میں جواب نہیں دونگا۔ پہلے شرائط طے کرو۔ آپ لوگوں سے بغیر شرائط کے گفتگو کرنا مرزائیوں کیساتھ گفتگو کرنے سے بھی مشکل ھے۔ ثم تتفکرو۔

September 2 at 7:08am · Edited · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ قائرین اکرام سلامتی و رحمت ھو۔ میری کچھ ذاتی مصروفیت کی بنا پر اس وقت تو امین اکبر https://www.facebook.com/bhattihome ت کا جواب نہیں دے پاؤنگا۔ ابھی صرف یہ بتانا مقصود ھے کہ اس جہالت کے پیچھے ان کی درینہ دشمنی کارفرما ھے۔ یہ سب حقیقت، میرے جواب دینے کے بعد ہی واضح طور پر سامنے آ سکے گی۔ فی الفور چند گذارشات پیش کر رہا ھوں۔ امین اکبر اور محمد حنیف صاحبان شروع سے ہی علامہ پرویز صاحب سے بغض رکھتے تھے۔ محمد حنیف صاحب ایک منافق انسان ہیں انہوں نے اپنا

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترمین عابد حسین، عبدالعلیم، یاور سعید، ضیاء العارفین، رضا ذاکر اور شاید رائے صاحبان سلامتی و رحمت ہو۔ کیا آپ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ امین اکبر صاحب علمی گفتگو کرنا چاھتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ ان کے مقاصد کچھ اور تھے۔ اور گفتگو سے پیشتر مجھے شبہ تھا۔ لیکن جب انہوں نے جوابات البم کی صورت میں دینے پر فضول بحث شروع کر دی۔ تو میں سمجھ گیا تھا کہ موصوف کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ میں فورم کو اوپن کر رہا ھوں۔ آپ احباب تمام گفتگو کا مطالعہ کریں اور میری متضاد باتوں کی وضاحت کریں۔ اس کے بعد اس کتابچہ کو کھول کر امین اکبر صاحب کی رائے کے مطابق میرے تضادات کو ایک ایک کر کے پیش کریں۔ تاکہ آپ ان کو بتا سکیں کہ تضاد کیا ھوتا ھے۔

/https://www.facebook.com/groups/309088332527386/edit

امین اکبر صاحب دراصل محمد حنیف صاحب کے پُرانے زخموں پر مرہم رکھنے کی ناکام کوشیش میں مصروف تھے۔ جو محمد حنیف صاحب کو علامہ پرویز صاحب پر جھوٹی تہمت لگانے پر میرے جواب سے پہنچے تھے، جس کی وجہ سے موصوف منہ چھپائے پھرتے ہیں، ورنہ سچا انسان دوسروں پر تہمت نہیں لگاتا۔
اگر آپ احباب کو موصوف کی اصلیت جاننی ھے تو میری ایک تجویز ھے کہ آپ احباب حلفیہ اقرار کے ساتھ اس کتابچے کو کھولیں۔ اور ان کے اعتراضات اور

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ امین اکبر صاحب جن کے دلوں پر قفل لگے ھوں اُن پر ہدایت کبھی کام نہیں کرتی۔ آپ اور محمد حنیف صاحب کو آتی ہیں صرف باتیں۔ اندر سے آپ دونوں بہت کھوکھلے ھو۔ جب کہ میں ایک عملی انسان ھوں۔ اور قرآنِ کریم میں احکامات الٰہی کو اپنائے ھوئے ھوں۔ آپ کی

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ او بھائی آپ بس کرو۔ آپ کے پاس دماغ شاید ھے ہی نہیں۔ جوڑے سے افزائش نسل کا طریقہ عالم خلق ھے۔ اُس سے پہلے مٹی کیساتھ جو معاملہ رہا وہ عالم امر ھے۔ جس کو صدیاں پراسس مین رہنے کے بعد وجود نصیب ھوا۔ کاش آپ سوچ سکتے۔ کتاب اللہ کی آیات کھلی بات کر رہی ہیں۔ اور آپ وہ بغلے کی ایک ٹانگ بتاتے جا رھے ھو۔ ثم تتفکرو۔
September 2 at 7:14am · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ کیسا فضول سا اور عقل و فہم کے خلاف سوال ہے۔ یہ ارض کبھی بھی کسی دوسری ارض سے تبدیل نہیں ہو گی۔ اگر کبھی ہو گی تو پھر ہم یعنی نبی نوع انسان ہرگز نہ ہونگے۔ مگر ایسا باس ھوشمند انسان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ علم کے بغیر اٹکل پچو صرف آپ اور آپ کے پیر و مرشد اور مودودی فیملی کا ہی کام ہے۔ ثم تتفکرو۔

September 1 at 11:37am · Like

اجازت کے بغیر ان کی تحریر پر بات نہیں کر سکتا، اس پر امین اکبر صاحب نے محمد حنیف صاحب کا اجازت نامہ پیش کیا۔ تب ہماری گفتگو شروع ہوئی۔ ابتداء میں امین اکبر صاحب کو چند اصول واضح طور پر بتا دیئے گئے تھے۔ مگر ہر بار ان کو یاد دہانی کرنی پڑتی تھی۔ میرے پہلے جواب پر انہوں نے 8 صفحات پر مشتمل ایک البم پیش کیا۔ جب اُس کا جواب تحریر کیا تو وہ 8 سے 23 صفحات تک پہنچ چکی تھی۔ اور اب موصوف فرماتے ہیں کہ وہ 100 صفحات تک پہنچ چکی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے!

کہ اگر آپ 8 صفحات کا جواب تحریر کریں اور اُن 8 صفحات میں تبدیلی ہوتی رھے اور وہ 23 تک پہنچ جائے اور اسی طریق پر 100 صفحات کو پہنچ جائے تو پھر آپ کا جواب کبھی مکمل نہ ہو سکے گا۔ اور قاری کو یہ سمجھنے میں کچھ دیر نہیں لگے گی کہ جو کم علمی کی وجہ سے ادھورا دیا گیا ہے۔ یہی ان کی شاطرانہ و منافقانہ چالیں ہیں۔ جن کی بنیاد پر میں نے ان کی باتوں کو توجہ دینی کم کر دی۔ کیونکہ میں بھانپ گیا تھا کہ ان کا مقصد تحقیق علم ہے ہی نہیں۔ بلکہ اُن کی جہالتوں پر میرے اعتراضات کا بدلہ ہے۔ ورنہ علم کی بارگاہ میں ایسی متصنع سوچ کا کیا کام،

محترمین مجلس آج میں اپنے دل کی بات آپ احباب کیساتھ شئیر کرتا ھوں کہ امین اکبر صاحب اور محمد حنیف صاحب گدھے ہیں۔ شاید ان کی پیدائش مال برداری کے لئے ہوئی تھی۔ یا شاید مجوسی علماء کی کتب اُٹھانے کے واسطے۔ یہ انسانوں کی بدقسمتی ہے کہ ان کے حلیے انسانوں جیسے ہیں۔ ان کے دماغ کام ہی نہیں کرتے۔ جھوٹ بولنا ان کی فطرت کے سنہری اصول ہیں۔ نا محمد حنیف صاحب میں یہ جرأت ہے کہ اپنے جھوٹ کی وضاحت کر سکیں اور نا امین اکبر صاحب کا کردار ایسا ہے کہ اپنی کی ہوئی بات کو سچ ثابت کر سکیں، میری مصروفیات مجھے اس امر کی اجازت تو نہیں دیتیں مگر میں کوشش کرونگا کہ امین اکبر صاحب کی اس جہالت کا جواب مکمل طور پر دے سکوں۔ ثم تتفکرو۔

September 6 at 6:57pm · Like · 3

بہت خوب کام کیا۔
دیکھیے شریف لوگ دوسروں پر تبرہ بازی نہیں کرتے۔ آپ کو اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاھئیے کہ آپ کے سامنے میں ھوں۔ ورنہ ابھی تک ناجانے آپ کے گھر والوں کو کس کس نام سے یاد کیا جا چکا ھوتا۔ آپ کو تو خوف خدا ہی نہیں ھے۔ تھوڑی کو بہت جانئیے۔ اور اپنی کردار کی حفاظت کریں۔ امین اکبر صاحب تو جاہل انسان ہیں۔ کیوں اُن کے ورغلانے میں آ کر اپنی عاقبت خراب کر رھے ھو۔ یہ دنیاوی داد چند دنوں کی ھے۔ وہاں کیا منہ لے کر جاؤ گے۔ اور ہاں آپ نے فیملی فورم کے ساتھ کیا کیا؟ میں نے آپ کو وہاں ایڈمن مقرر کیا تھا۔ لگتا ھے کہ یا تو آپ نے فورم ہی ڈیلیٹ کر دیا ھے یا پھر مجھے فورم سے خارج، وہ میری امانت تھی آپ کو سونپی گئی تھی۔ پلیز بتائیے کہ اُس کے ساتھ کیا ھوا؟ ثم تتفکرو۔
September 7 at 12:14pm · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ امین اکبر صاحب اتنی جلدی بھی کیا ھے۔ ابھی تو محفل سجائی ھے آپ نے، ذرا کچھ پل سستا تو لینے دیں اس نخلستان میں۔ جواب تو آپ کو ملے گا اور پورا پورا جواب ملے گا۔ ابھی آپ لوگ آرام کر لو۔ تھک گئے ھو گے۔ اس دوران ذرا اپنے پیر و مرشد کے پاس جائیں اور اُن سے ہزاروں مرتبہ نصیحت والی قلم بھی لا کر یہاں چلا دیں۔ مجھے نظر تو آئے کہ کب میں نے اُن جیسی جاہلانہ روش اپنائی اور انہوں نے مجھے نصیحت کی۔ لگتا ھے آپ کا دماغ کام کرنا چھوڑ چکا ھے۔ کیا واقعی میں آپ لوگ اس قدر جھوٹ بول لیتے ھو۔ آپ دونوں جیسے جھوٹے لوگ ہی منافقین کے مفہوم پر پورا اُترتے ھو۔ پھر بھلا قرآنِ کریم سے آپ لوگوں کو کیسے کچھ حاصل ھو سکتا ھے۔ ثم تتفکرو۔
September 7 at 12:25pm · Edited · Like

امین **Ameen Akbar** بھٹی صاحب، سوال کا جواب دو، بات ختم کرو، پھر انشاء اللہ میں آپ کی جان چھوڑ دوں گا اور آپ میری۔

بھٹی صاحب، یہ آپ کے اندازِ تخاطب اور طرزِ تحریر کے چند نمونے، صرف چند نمونے ہیں جو صرف موجودہ دو پوسٹوں سے لیے گئے۔

بھٹی صاحب ایک طرف تو اخلاقی لحاظ سے آپ کا یہ طرزِ عمل ہے، تو دوسری طرف آپ اپنے سابقین کی تصانیف سے سرقہ کر کے، ان کی تحریر اپنے نام سے شائع کرتے ہیں۔ اور جب میں نے اس پردے کو ہٹایا، تو آپ اپنے اس گناہ سے مکر گئے، نہ صرف پرویز صاحب کی تحریر کو اپنی تحریر کہا اور یہ بھی کہا کہ میں کاپی پیسٹ نہیں کرتا۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم امین اکبر صاحب آن نوٹس پر 2010 اور 2011 کی تاریخ اس بات کا واضح ثبوت ھے کہ میں اپنی تحریر میں کمی بیشی نہیں کرتا۔ باوجود اس کے، آپ نے میرے نوٹ کو اپنے نوٹ کیساتھ موازنہ کرنے کی کوشش کی۔ محترم میں آپ کی طرح نا تو شاطر ہوں اور نہ ہی چالاک، آپ نے 7 صفحات پر مشتمل نوٹ پیش کیا۔ جب اُس کا جواب لکھا تو پوسٹ کرنے سے پہلے جب اُس کو دوبارہ دیکھا تو جناب کے صفحات 23 تک پہنچ چکے تھے۔ اگر آپ کی تحریر میں یہ خوبی ھوتی کہ وہ اپنی اصل حالت میں ہی رہتی تو میں شاید آپ پر اُس کو نا پیش کرنے کی پابندی نہ لگاتا۔ پھر بھی میں اپنے نوٹس کو ڈیلیٹ کر کے کامنٹس کر رہا ھوں۔ آپ کو جواب صرف کامنٹس میں دینے ہیں۔ اور میری اجازت کے بغیر میری تحریر کو آپ اُس پیج کے علاوہ کہیں نہیں پیش کرینگے۔ کچھ اخلاق بھی سیکھ لیں۔ کیا آپ کے پیرومرشد نے آپ کو اتنی بھی تمیز نہیں سیکھائی۔ ثم تتفکرو۔

September 1 at 4:02am · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ امین اکبر صاحب میں نے کبھی کاپی پیسٹ نہیں کی۔ جب علامہ پرویز صاحب کی تحریر کے حوالے سے گفتگو کرونگا تو پھر آپ پر سب واضح ھو جائے گا۔ فی الفور ایسے احباب علم و دانش کو آگے آنے دیں۔ جو قرآنِ کریم پر حلفیہ بیان کے بعد فیصلہ کر سکیں۔ آپ کی نااہل... See More

Yesterday at 8:37pm · Like

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ امین اکبر صاحب آپ کی عقل پر افسوس ھو رہا ھے۔ گویا میں نے وقت برباد کیا اس کے سوا کچھ حاصل وصول نہیں۔ میں نے جو جو باتیں لکھیں تھیں۔ آن کا غلط مطلب خود سے ہی اخذ کر کے سوچ لیا کہ میں نے ویسا کہا تھا۔ آپ کو آخری مرتبہ تنبیہہ کر رہا ھوں کہ آئندہ میری تحریر کو اپنے نوٹ میں پیش کرنے کی جرات مت کیجئیے گا۔ اپ میں تو اتنی بھی اخلاقی جرات نہیں کہ اپ کسی کی چیز کو استعمال کرنے سے پہلے اُس سے اجازت ہی لے لیں۔ رہی بات کہ علامہ پرویز صاحب کی کتاب سے نقل کر کے پیش کیا ھے تو اس مین آپ کو کیا تکلیف ھے۔ میں چاھوں تو جہاں سے مرضی نقل کر کے آپ کو جواب دوں جب آپ سے کبھی اس موضوع پر بات ھو گی تو اس کا جواب تب ہی دونگا۔ ابھی جو سوالات پیش کئے تھے آن پر کامنٹس کریں۔ میں نے آپ کے ساری پوسٹیں ڈیلیٹ کر دی ہیں۔ کیونکہ میرے بار بار منع کرنے کے آپ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے۔ اب آپ صرف کامنٹس ہی کر سکیں گے۔ ثم تتفکرولله÷

September 1 at 11:58am · Like

اس کمنٹ پر جب آپ کی اخلاقی جرات پر سوال اٹھایا کہ آپ کس اخلاق کے تحت پرویز صاحب کی تحریروں کو اپنی تحریر کہہ رہے ہیں تو اس کا جواب نہ آیا نہ آنے کی امید ہے۔

اس کے بعد آپ نے مجھے فائنل کمٹ کے بعد مجھے بلاک کر دیا۔

حالانکہ اس سے پہلے آپ خود مجھے کہہ رہے تھے کہ بھاگ نہ جانا۔ بھٹی صاحب یہ حرکت کرتے ہوئے آپ اپنی قسم کو بھی بھول گئے؟ اگر بلاک ہی کرنا تھا کہ کسی کو، کسی اپنے کو ہی برائے نام منصف تو کر لیتے کہ آپ کی قسم کی لاج رہ جاتی۔

بس زیریں کمنٹ میں اپنا طرز تخاطب اور فریق مخالف کے لیے القابات دیکھ لیں۔

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ محترم کیا یہ علمی انداز ھے۔ کیا آپ نے اُس خاص موضوع کا حوالہ دیکر گفتگو کی بات کی تھی؟ آپ سے بات کتاب کے حوالے سے تھی کہ پہلے اس کتاب کو پڑھ لوں تو پھر محمد حنیف صاحب کے بارے میں کچھ کہوں۔ سو میں نے آپ کی بات کا احترام کیا، اب آپ اپنی بات میں ایک اور شق لے آئے ہیں کہ آپ کو علامہ پرویز صاحب پر بات کرنا ھے۔ میں اپنے رب جلیل کی قسم کھا کر کہتا ھوں کہ بشرطِ زندگی میں کتاب کے آخری لفظ تک آپ کے ہمرکاب انصاف کی بنیاد پر تجزیہ کرونگا۔ اور یہ بھی کہ میں ترتیب کے علاوہ آپ سے گفتگو ہرگز نہیں کرونگا۔ اب میں نے اپنا اور آپ کا راستہ بند کر دیا ھے۔ اور انصاف کے تقاضے کے مطابق خود کو قسم کا پابند بھی کر لیا ھے کہ نہ آپ کو بھاگنے دونگا اور نہ ہی کسی موضوع سے صرفِ نظر کرنے دوں گا۔ آپ حیلوں بہانوں سے مولف کی باطل خیالی کو صرف نظر کرنا چاھتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس جواب نہین ھے تو مان لیجئیے کہ جناب محمد حنیف صاحب کی عقل گھاس چرنے کے سوا کسی قابل نہیں رہ گئی۔ ورنہ دلیل کیساتھ میرے اعتراض کا رد پیش کریں۔ ثم تتفکرو۔

July 19 at 4:52pm · Edited

Asif Bhatti باسمِ ربی۔ امین صاحب! امیں اکبر صاحب ابھی تو میں نے فراغت کے بعد آپ سے گفتگو پوری کرنی ھے۔ آپ ابھی سے میمیانے لگے۔ دیکھنا میرے آنے سے پہلے بھاگ مت جانا۔ میں آپ کا مشکور ھوں۔ کہ آپ نے دونوں کے کامنٹس پیش کر دیئے۔ دراصل آپ نے میرے کامنٹس کی تصدیق کی ھے۔ کہ آپ گدھے سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔
آپ نے یہ پوسٹ بنا کر فساد کو ھوا دی تھی۔ محترم عابد حسین صاحب اور محترم یاور سعید صاحب نے آپ کو تنبیہ کی تھی۔ کہ ذات پر اعتراضات درست عمل نہیں۔ مگر گدھوں کو انسانی عقل سے سمجھنا تھوڑا ہی آتا ھے۔ کہ آپ عقل کی بات کو خاطر میں لاتے۔
میں نے تو آپ کی اس پوسٹ کے پس پردہ آپ کے عزائم کی وجہ بیان کی تھی۔ اور ظاہر ھے کہ محمد حنیف صاحب ہی وجہ ہیں۔ لیکن ذرا غور کریں کہ نا صرف انہوں نے آپ کی سوچ کو غلط ثابت کر دیا (کہ وہ مجھے مخاطب کرنا پسند نہیں کرتے) بلکہ خود کو آپ سے بھی بڑا گدھا ھونے کی تصدیق کر دی۔ انہوں نے آپ سے بڑھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دیا۔ جب انہوں نے میرے خاندان اور والدین کو زیر بحث لایا۔ مگر چونکہ یہ بات مجھ پر فٹ نہیں آتی۔ اسی لئے میں نے یہ سمجھنا بہتر خیال کیا کہ حنیف صاحب اپنے خون اور خاندان کی تعریف کر رھے ہیں۔ اوپر ایسے کامنٹس بھی ھونے چاہئیں۔ جس میں میں نے اُن کی روش کو اُن کی خاندانی خصلت و خون سے تعبیر کیا ھے۔ دیکھا آپ نے کہ قرآنِ کریم کے خلاف مجوسی ذہن کیسی کیسی قلابازیاں کھاتا ھے۔ جس کے پاس کردار نہیں وہ صرف گدھا ہی ھو سکتا ھے۔ انسان سوچ سمجھ کر خود کو بھی بُرائی سے بچاتا ھے اور دوسروں کو بھی۔ ثم تتفکرو۔
September 9 at 11:10pm · Like

سب سے آخر میں قارئین کرام اور بھٹی صاحب کے لیے بھٹی صاحب کا نوٹ اور علامہ پرویز صاحب کی کتاب ابلیس و آدم کے صفحات حاضر ہیں۔ آپ دونوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کریں کہ بھٹی صاحب نے کاپی پیسٹ کی ہے یا نہیں۔

قصہ آدم کا تفصیلی جائزہ بزریعہ قرآن کریم

October 20, 2010 at 5:34am

باسم ربی۔

نظریہ ارتقا اور قرآن۔   سلسلہ کائنات کی ابتدا اور اک کے تدریجی مراحل کے متعلق قرآنِ کریم نے ایک اصول بیان کیا ھے جو اس بحث کا نقطہ ماسکہ ھے سورۃ السجدہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ھے کہ۔

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (٥) ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (٦)۔

وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے پھراس دن بھی جس کی مقدار تمہاری گنتی سے ہزار برس ہو گی وہ انتظام اس کی طرف رجوع کرے گا (٥) وہی چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا زبردست مہربان ہے (٦)۔

مشیتِ ایزدی کے سامنے ایک اسکیم ہوتی ھے جسے اسکی انتہائی پستی نقطہ اولین یعنی سب سے نچلی منزل سے شروع کیا جاتا ھے۔ پھر وہ اسکیم اُن خاص قوانین کے ماتحت جو اس کے لیے متعین کئے جاتے ہیں۔ نشو و نما کے مراحل طے کرتی اپنی تکمیل کے نقطہ آخریں تک جا پہنچتی ھے۔ یہ مراحل بڑے بڑے طویل المعیاد ایام میں طے کئے جاتے ہیں کہیں ہزار ہزار سال کا ایک ایک دن تدریجی مرحلہ کہیں پچاس پچاس ہزار سال کا، سورہ المعارج میں فرمایا

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (٤)۔

ترجمہ۔ فرشتے اور اہلِ ایمان کی روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے (٤)۔

نقطہء آغاز۔ بیج کو درخت، قطرے کو گہر،خاک کے زرے کو انسان بننے کے لئے ان تدریجی مراحل سے گزرنا پڑتا ھے۔ کارگہٗ مشیت کے ان عظیم المرتبت امور میں سے ایک اہم اسکیم انسان کی تخلیق ھے۔ اس اسکیم کا نقطہ آغاز طین یونی درجہ جمادات بتایا گیا ھے۔ فرمایا۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ (٧)۔

ترجمہ۔ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی (٧)۔

واضح رھے کہ خلق کے بنیادی معنی کسی شے کو عدم سے وجود میں لانا نہیں۔ اسکے معنی ہیں مختلف دناصر میں خاص ترکیب پیدا کر کے، اس سے ایک نئ چیز بنا دینا۔ یہاں جس نقطہ آغاز کا ذکر ھے وہ وہ مقام ھے جہاں سے زندگی ایک محسوس و مشہود شکل میں سامنے آ جاتی ھے۔ اس سے پہلے مقامات کا ذکر نہیں۔

سورۃ الانعام میں ھے کہ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ۖ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ (٢)۔

ترجمہ۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک وقت مقرر کر دیا اور اس کےہاں ایک مدت مقرر ہے تم پھر بھی شک کرتے ہو (٢)۔

سورۃ ھود میں طین کے بجائے ارض کہا گیا ھے جو اور بھی جامع اور واضح ھے۔

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا (٦٢)۔

ترجمہ۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا(٦٢)۔

سورۃ طٰہٰ میں فرمایا کہ

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (٥٥)۔

ترجمہ۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں لوٹائیں گے اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے (٥٥)۔

مٹی کا پُتلا نہیں بنایا بلکہ مٹی کے خلاصہ سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ (١٢)۔

ترجمہ۔ اور البتہ ہم نے انسان کومٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا (١٢)۔

سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ مٹی کا خلاصہ ،،، کے الفاظ غور طلب ہیں۔ حقیقت یہ ھے کہ ہر شے کی نشو و نما مٹی کے خلاصہ سے ھوتی ھے۔ ہم ایک بیج زمین میں بوتے ہیں اس بیج میں اُگنے کی صلاحیت تو ھوتی ھے لیکن جب اجزا پر اس کی نشو و نما کا دارو مدار ھے انہ Chat (31) ان اجزا نمکیات و معدنیات وغیرہ کی کمی ھو جاتی ھے تو اس پودے کی نشو و نما رُک جاتی ھے۔ یہی اجزا،،، مٹی کا خلاصہ،،، کہلاتے ہیں۔زمین کی اس روئیدگی کو حیوانات کھاتے ہیں اور اس طرح وہی اجزا ان کی نشو و نما کا ذریعہ بنتے ہیں۔ گوشت خور جانور ان حیوانات کو کھاتے ہیں تو اسطرح بالواسطہ وہی اجزائے ارض ان کی نشو و نما کا زریعہ بنتے ہیں یہی وہ طین کا سلالہ یعنی مٹی کا خلاصہ جس سے ان جراثیم کی نشو و نما ھوتی ھے جو انسانی زندگی کا نقطہ آغاز ہیں۔ اگر وقت ملا تو اس نقطہ کو آگے بیان کیا جائے گا۔ فی الحال ہم اپنے موضوع پر واپس چلتے ہیں۔

لیکن منزلِ جمادات میں زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے اس کمی کو پانی کے چھینٹے سے مکمل کیا سورۃ الانبیاء میں فرمایا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (٣٠)۔

ترجمہ۔ اورہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا (٣٠)۔

سر چشمہء حیات۔ زندگی کی جل پری نے اپنی آنکه پانی کی گہرائیوں میں کھولی۔ سائینس کی تحقیق اس نقطہ پر پہنچی ھے کہ حیات کے جرثومہِ اولین ،،،پروٹوپلازم،،، کی ابتدا سمندر میں ھوئی۔ اسی لئے اس میں اسی نوعیت اور اسی تناسب کے املاح یعنی سالٹ پائے جاتے ہیں۔ جیسے سمندر کے پانی میں۔ یوں تخلیقِ انسانی کا قافلہ، وادیٔ خاک سے منزلِ آب کی طرف منتقل ھوا۔ پانی اور مٹی کے خلاصہ کے اس متزاج سے اس جرثومہ نے خلیہ کی شکل اختیار کی جس کی ہیولیٰ کو قرآن میں طین لازب یعنی کیچڑ کی سی چپچپی مٹی سے تعبیر کیا ھے۔ سورۃ الصافات میں فرمایا۔

إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ (١١)۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے انہیں لیسدار مٹی سے پیدا کیا ہے (١١)۔

طینِ لازب یہ طین لازبوہی ھے جو تالابوں کی تہ میں اور جوہڑوں کے کنارے دکھائی دیتی ھے۔ جب پانی سوکھ جاتا ھے تو یہ سیاہ رنگ کی مٹی بڑی سخت ھو جاتی ھے۔ اس کو سورۃ الحجر میں فرمایا کہ۔

وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ٥ (۳۲/۶-۵)

تدابیرِ الٰہیہ (خدا کی اسکیموں) کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی مضمر شکل میں علمِ الٰہی کی بلندیوں پر ہوتی ہیں۔ جب ان میں سے کسی اسکیم کو بروئے کار لانا مقصود ہوتا ہے تو زمین کی پستیوں سے اس کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔ پھر وہ اسکیم اپنے ارتقائی مراحل طے کرتی ہوتی اپنے مقامِ تکمیل کی طرف اٹھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مراحل بڑے بڑے طویل المیعاد وقفوں میں طے ہوتے ہیں جن میں کا ایک ایک وقفہ (PERIOD) تمہارے حساب و شمار کی رُو سے ہزار ہزار برس کا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس خدا کے قانون کے مطابق ہوتا رہتا ہے جو ہر شے کی موجودہ صورت سے بھی واقف ہوتا ہے اور اس کے مضمر ممکنات سے بھی۔ وہ اپنے اندر اتنی قوت رکھتا ہے کہ ہر شے کو مناسب نشوونما دے کر اس کے نقطۂ تکمیل تک پہنچا دے۔

مشیّتِ ایزدی کے سامنے ایک اسکیم ہوتی ہے جسے اس کی انتہائی پستی، نقطۂ اوّلیں (سب سے نچلی منزل) سے شروع کیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسکیم اُن خاص قوانین کے ماتحت جو اس کے لئے متعین کئے جاتے ہیں، نشوو ارتقاء کے مراحل طے کرتی اپنی تکمیل کے نقطۂ آخریں تک جا پہنچتی ہے۔ یہ مراحل بڑے بڑے طویل المیعاد "ایام" (PERIOD) میں طے ہوتے ہیں۔ کہیں ہزار ہزار سال کا ایک ایک تدریجی مرحلہ کہیں پچاس پچاس ہزار سال کا۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰/۴)

"ملائکہ اور روح" اس کی طرف بلند ہوتے ہیں ایک (ایک) دن میں جس کی مقدار پچاس (پچاس) ہزار سال کی ہوتی ہے۔

نقطۂ آغاز

بیج کو درخت، قطرے کو گہر، خاک کے ذرّے کو انسان بننے کے لئے ان تدریجی مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ کارگہ مشیّت کے ان عظیم المرتبت امور (SCHEMES) میں سے ایک اہم اسکیم انسان کی تخلیق ہے۔ اس اسکیم کا نقطۂ آغاز طین (درجۂ جمادات[1]) بتایا گیا ہے۔

---

[1] (INANIMATE)

وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ (۳۲/۷)

اس نے انسانی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی۔

واضح رہے کہ خلق کے بنیادی معنی کسی شے کو عدم سے وجود میں لانا نہیں۔ اس کے معنی ہیں مختلف عناصر میں خاص ترکیب پیدا کر کے اس سے ایک نئی چیز بنا دینا۔ یہاں جس "نقطۂ آغاز" کا ذکر ہے وہ، وہ مقام ہے جہاں سے زندگی ایک محسوس و مشہود شکل میں سامنے آجاتی ہے۔ اس سے پہلے مقامات کا ذکر نہیں۔

سورۃ انعام میں ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ (۶/۲)

وہ ذات جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تمہارے لئے (مختلف مراحل کی) ایک میعاد مقرر کر دی۔ اور (ان میعادوں کے بعد) ایک اور میعاد بھی اس کے علم میں ہے۔ پھر بھی تم (اس حقیقت میں) شک کئے جاتے ہو۔

سورۃ ہود میں طین کے بجائے ارض کہا گیا ہے جو اور بھی جامع اور واضح ہے۔

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (۱۱/۶۱) ز (۵۳/۳۲)۔

خدا نے (قانونِ تخلیق کے مطابق) تمہاری نمود ارض (زمین) سے کی۔

سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ (۲۰/۵۵)

ہم نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اسی میں تمہیں گردشیں دے رہے ہیں اور پھر اسی سے دوسری مرتبہ اٹھائے جاؤ گے۔

مٹی کا پُتلا نہیں بنایا، بلکہ مٹی کے خلاصہ سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ (۲۳/۱۲)۔ (نیز ۷/۱۲

(۱۲/۲۳؛ ۷۹/۳۸)۔

اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔

سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (مٹی کے خلاصہ) کے الفاظ غور طلب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شے کی نشوونما "مٹی کے خلاصہ" سے ہوتی ہے۔ ہم ایک بیج زمین میں بوتے ہیں۔ اس بیج میں اُگنے کی صلاحیت تو ہوتی ہے لیکن جن اجزا پر اس کی نشوونما کا دارومدار ہے انہیں وہ زمین سے جذب کرتا ہے۔ اگر زمین میں ان اجزا (نمکیات، معدنیات وغیرہ) کی کمی ہو جاتی ہے، تو اس پودے کی نشوونما رُک جاتی ہے۔ یہی اجزا "مٹی کا خلاصہ" کہلاتے ہیں۔ زمین کی اس روئیدگی کو حیوانات کھاتے ہیں اور اس طرح وہی اجزا ان کی نشوونما کا ذریعہ بنتے ہیں گوشت خور جانور ان حیوانات کو کھاتے ہیں تو اس طرح بالواسطہ وہی اجزائے ارض ان کی نشوونما کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہی وہ طین کا سُلالہ (مٹی کا خلاصہ) ہے جس سے ان جراثیم حیات (LIFE CELLS) کی نشوونما ہوتی ہے جو انسانی زندگی کا نقطۂ آغاز ہیں۔ (تفصیل اس نکتہ کی ذرا آگے چل کر آئے گی)۔

لیکن منزلِ جمادات میں (جو اس سلسلہ کا نقطۂ آغاز ہے) زندگی محوِ خواب تھی۔ اس کی بیداری پانی کے چھینٹے سے ہوئی۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۚ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ٥ (۲۱/۳۰)

اور ہم نے ہر جاندار شے کو پانی (الماء) سے بنایا۔ کیا یہ لوگ اس حقیقت پر یقین نہیں رکھتے؟

سرچشمۂ حیات

زندگی کی جل پری نے اپنی آنکھ پانی کی گہرائیوں میں کھولی۔ سائنس کی تحقیق اسی نقطہ پر پہنچی ہے کہ حیات کے جرثومۂ اولیں (PROTOPLASM) کی ابتدا سمندر میں ہوئی۔ اسی لئے (۳۱) میں اسی نوعیت اور اسی تناسب کے املاح (SALTS) پائے جاتے ہیں جیسے سمندر کے پانی میں۔ یوں تخلیقِ انسانی کا قافلہ، وادیٔ خاک سے منزلِ آب کی طرف منتقل ہوا۔ "پانی اور مٹی کے خلاصہ" کے امتزاج سے اس جرثومہ نے خلیہ[1] (CELL) کی شکل اختیار کی جس کے ہیولیٰ کو قرآنِ کریم نے طینِ لازب (کیچڑ کی سی چپچپی مٹی) سے تعبیر کیا ہے۔

---

[1] خلیہ (CELL) مرکب ہوتا ہے مادہ خمیر (NUCLEUS) اور پیکر (CELL-BODY) سے۔

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ○ (۳۷/۱۱)

ہم نے انسانوں کو طین لازب (چپچپی مٹی) سے تعمیر کیا ہے۔

طینِ لازب یہ طینِ لازب وہی ہے جو تالابوں کی تہ میں اور جوہڑوں کے کنارے دکھائی دیتی ہے۔ جب پانی سوکھ جاتا ہے تو یہ سیاہ رنگ کی (کالی بھجنگ) مٹی بڑی سخت ہو جاتی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○

(۱۵/۲۶ ؛ ۵۵/۱۴)

اور بلاشبہ یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے۔

پانی اور مٹی کی آمیزش سے جرثومۂ حیات نے پیکر کی شکل اختیار کی۔ ان خلیات (CELLS) میں ایک لیسدا مادہ (NUCLEUS) زندگی کے تمام عظیم المرتبت امکانات اپنے اندر لئے ہوتا ہے جیسے ایک ننھا سا بیج ایک تناور درخت کو اپنے اندر سمیٹے نمودِ شگفتگی کے لئے ہمہ تن اضطراب ہو۔ حیات کا یہ نقطۂ آغاز وہ نفسِ واحدہ ہے جس سے شجرِ زندگی کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ ایک خلیہ خاص حد تک پہنچ کر جوشِ نمود سے خود بخود دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے جنہیں (DAUGHTER-CELLS) کہا جاتا ہے۔ اس

شجرِ ارتقا نفسِ واحدہ سے جاندار مخلوق کی شاخیں پھوٹیں اور ایک طویل القامت درخت کی طرح سطحِ ارض پر پھیل گئیں۔ ہر شاخ کو مخلوق کی ایک الگ نوع (SPECIES) سمجھئے جو بڑھتی، پھولتی پھلتی اپنی اپنی سمت میں نشوو ارتقاء کے منازل طے کئے جا رہی ہے۔ ان تمام شاخوں میں سربلند نوعِ انسانی کی شاخ ہے۔ جو اس نفسِ واحدہ کے ننھے سے بیج سے مختلف مراحل طے کرتی، درجہ بدرجہ، قدم بقدم، جادہ بجادہ، منزل بمنزل اس بلندی تک آپہنچتی ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ○ ....وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ (۱۳ – ۷۱/۱۷)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے وقار کے آرزو مند نہیں ہوتے اور یقیناً اس نے تمہیں مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا ہے.......اور تمہیں زمین سے اگایا پوری طرح جما کر

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (٢٦)۔

ترجمہ۔۔ اور البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے تھی پیدا کیا (٢٦)۔

پانی اور مٹی کی آمیزش سے جرثومہ حیات نے پیکر کی شکل اختیار کی۔ ان خلیات میں ایک لیسدار مادہ نوکلس زندگی کے تمام عظیم المرتبت امکانات اپنے اندر لئے ہوتا ھے جیسے ایک ننھا سا بیج ایک تناور درخت کو اپنے اندر سمیٹے تمودِ شگفتگی کے لئے ہمہ تن اضطراب ہو۔ حیات کا یہ نقطہ آغاز وہ نفس واحدہ ھے جس سے شجر ِ زندگی کی ساخیں پھوٹتی ہیں ایک خلیہ خاص حد تک پہنچ کر جوش رمود سے خود بخود دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ھے۔ جنہیں مونث خلیہ کہا جاتا ھے۔ اس نفس واحدہ سے جاندار مخلوق کی شاخیں پھوٹتی اور ایک طویل القامت درخت کی طرح سطح ارض پر پھیل گئیں۔ ہر شاخ کو مخلوق کی ایک ایک نوع سمجھئیے۔ جو بڑھتی، پھولتی اپنی اپنی سمت میں نشو و نما پاتی ارتقا کے منازل طے کئے جا رہی ھے۔ ان تمام شاخوں میں سر بلند نوع انسانی کی شاخ ھے۔ جو اس نفسِ واحدہ کے ننھے سے بیج سے مختلف مراحل طے کرتی، درجہ بدرجہ، قدم بقدم، جادہ بجاد، منزل بمنزل اس بلندی تک آ پہنچی ھے۔ فرمایا

مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّـهِ وَقَارًا (١٣) وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا (١٤) أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّـهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا (١٥) وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (١٦) وَاللَّـهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا (١٧)۔

ترجمہ۔۔ تمہیں کیا ہو گیا تم اللہ کی عظمت کا خیال نہیں رکھتے (١٣) حالانکہ اس نے تمہیں کئی طرح سے بنا یا ہے (١٤) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے (کیسے) بنائے ہیں (١٥) اوران میں چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور آفتاب کو چراغ بنا دیا (١٦) اور اللہ ہی نے تمہیں زمین میں سے ایک خاص طور پر پیدا کیا (١٧)۔

، درجہ بدرجہ یہاں تک پہنچا دیا سورۃ الانشقاق میں فرمایا کہ

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ (١٩)۔

ترجمہ۔۔ کہ تمہیں ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑھنا ہوگا (١٩)۔

اس خوردبینی نفسِ واحدہ سے سلسلہ تخلیق آگے بڑھا۔ اس نشاۃ اولی کے بعد ، وہ نفسِ واکدہ مختلف منازل میں ٹھہرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ حتٰی کہ وہ اُس پیکرِ بشریت کے مقام تک آ پہنچا جو حیاتِ ارضی میں اس کی جائے قرار ھے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ (٩٨)۔

ترجمہ۔۔ اور اللہ وہی ہے جس نے ایک شخص سے تم سب کو پیدا کیا پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانےکی جگہ تحقحق ہم نے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں ان کے لیے جو سوچتے ہیں (٩٨)۔

اس انتقالِ مکانی یعنی ایک مستقر سے دوسری منزل تک پہنچنے میں قرنہا قرن یعنی الف سنتہ گزر گئے۔ اور یوں جراثیم کیات کے ابتدائی مرحلہ کے بعد وہ مقام آ گیا جہاں تخلیق کاسلسلہ بزریعہ تناسل شروع ہوا۔ سورۃ السجدہ میں فرمایا کہ۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ (٨)۔

ترجمہ۔۔ پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے حقیر پانی سے بنائی (٨)۔

<u>حیوانی زندگی کی ابتدا</u> یعنی ان تمام سابقہ طبقات سے گزار کرہزار ہا سال کی تدبیر و تعمیر اور ساخت و بافت کے بعد اس کا سلسلہ کمزور سے پانی کے نچوڑ سے جاری رکھا۔ یعنی حیوانی زندگی کا سلسلہ افزائش نسل تولید کے زریعے شروع ہوا۔ اس سلسلے میں آیات دیکھئیے۔

23/12-13، 36/77، 16/4، 22/5، 40/67، 77/20، 86/6-5،18/37

قافلہ حیات کی اس منزل میں جومخلوق پیدا ہوئی اس میں رینگنے والے اور پاوں کے بل چلنے والے حیوانات سب شامل ہیں۔

سورۃ النور میں فرمایا۔

وَاللَّـهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۖ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّـهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّـهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٤٥)۔

اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے سو بعض ان میں سے اپنےپیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (٤٥)۔

صرف رینگنے والے اور پاوں پر چلنے والے ہی نہیں بلکہ پرندے بھی۔ یعنی وہ تمام مخلوق جس کا سلسلہ افزائش بزریعہ تناسل آگے بڑھتا ھے۔ یوں سمجھئیے کہ اندگی کی اس بڑی شاخ سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں ادھر اُدھر پھوٹیں۔ اس لئے اس حد تک یہ مختلف اقسام کی کی مخلوق، دراصل ایک ہی نوع کی مختلف شکلیں اور ایک ہی قافلہ کے مختلف افراد ہیں۔ سورۃ الانعام میں فرمایا۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (٣٨)۔

ترجمہ۔۔اور کوئی چلنے والا زمین میں نہیں اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے دوبازؤں سے اڑ تا ہے مگر یہ تمہاری ہی طرح کی جماعتیں ہیں ہم نے ان کی تقدیر کےلکھنے میں کوئی کسرنہیں چھوڑی پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے (٣٨)۔ کوئی اس سے باہرنہیں رہ سکتا۔

<u>نر و مادہ کا امتیاز۔</u> یہ وہ مقام ھے جہاں ذکور و اناث یعنی نر اور مادہ کا امتیاز محسوس طور پر ہمارے سامنے آتا ھے۔

سورۃ فاطر میں فرمایا کہ۔

وَاللَّـهُ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا (١١)۔

ترجمہ۔۔ اور اللہ ہی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تمہیں جوڑے بنایا(١١)۔

یعنی اس مقام پر خلیاتِ حیات میں جنسی تخلیق کا جوہر نمایاں ہو گیا۔ یہ جرثومے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک اووم یعنی مادہ کاخلیہ اور دوسرا سپرمیٹوزون یعنی نر کا خلیہ۔ یعنی ایک جرثومہ زندگی، ذوقِ تخلیق سے نر اور مادہ کے خلیوں میں بٹ گئے۔ سورۃ الاعراف میں فرمایا

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (١٨٩)۔

ترجمہ۔۔ وہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑ بنایا(١٨٩)۔

اس سلسلہ میں ان آیات کو بھی دیکھئیے۔ 20-30/21، 4/6 ، 39/6، 42/11، 53/45، 75/39۔

<u>نباتات میں جوڑے۔</u> ہر چند اپنے موضوع کے اعتبار سے ہم اس مقام پر احاطہ بحث کوصرف حیوانی زندگی تک محدود رکھنا چاھتے ہیں لیکن بعض دیگر نکات کا اجمالی ذکر کرنا ناگزیر ہو جاتا ھے۔ قرآن کریم نے نر و مادہ کی تمیز کا ذکر صرف حیوانات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا ارشاد ھے کہ اللہ تعالٰی نے ہرشے کے جوڑے بنائے۔ سورۃ الزاریات میں فرمایا کہ

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (٤٩)۔

ترجمہ۔۔ اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم غور کرو (٤٩)۔

پھیلا کر۔

درجہ بدرجہ طبقاً طبقاً یہاں تک پہنچا دیا۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ (۸۴/۱۹)

تم یقیناً ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتے ہوئے شاہراہِ زندگی پر آگے بھی بڑھتے جاؤ گے اور بلند بھی ہوتے جاؤ گے۔

اس خوردبینی نفسِ واحدہ سے سلسلۂ تخلیق آگے بڑھا۔ اس نشاۃِ اولیٰ کے بعد، وہ نفسِ واحدہ مختلف منازل میں ٹھہرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ اُس پیکرِ بشریت کے مقام تک آپہنچا جو حیاتِ ارضی میں اس کی جائے قرار ہے۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝ (۶/۹۸)

وہی ہے جس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے نشوونما دی۔ پھر تمہارے لئے مختلف منازل مقرر کیں کہ تم ایک وقتِ معیّن کے لئے ایک منزل میں ٹھہرو اور وہ منزل پھر تمہیں اگلی منزل کے سپرد کر دے۔ بلاشبہ ہم نے اپنے قوانینِ حیات کو سمجھ بوجھ کر رکھنے والوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

اس انتقالِ مکانی، یعنی ایک مستقر سے دوسری منزل تک پہنچنے میں قرنہا قرن (اَلْفَ سَنَةٍ) گزر گئے اور یوں جراثیمِ حیات LIFE CELLS کے ابتدائی مرحلہ کے بعد وہ مقام آگیا جہاں تخلیق کا سلسلہ بذریعہ تناسل شروع ہوا۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ (۳۲/۸)

پھر اُس کی (انسان کی) نسل کو کمزور سے پانی کے خلاصہ سے بنایا۔

حیوانی زندگی کی ابتدا

یعنی ان تمام سابقہ طبقات سے گزار کر، ہزارہا سال کی تدبیر و تعمیر اور ساخت و بافت کے بعد، اس کا سلسلہ "کمزور سے پانی کے نچوڑ" سے جاری رکھا۔ یعنی حیوانی زندگی کا سلسلۂ افزائشِ نسل تولید کے ذریعے شروع ہوا۔ (اس سلسلہ میں یہ آیات بھی دیکھئے) یعنی (۱۲۔۱۳/۲۳)؛ (۳۶/۷۷)؛ (۱۶/۴)؛ (۲۲/۵)؛ (۴۰/۶۷)؛ (۷۷/۲۰)؛ (۵۔۶/۸۶)؛

(۱۸/۳۷)۔

قافلۂ حیات کی اس منزل میں جو مخلوق پیدا ہوئی اس میں رینگنے والے اور پاؤں کے بل چلنے والے حیوانات سب شامل ہیں۔

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ (۲۴/۴۵)

اللہ نے ہر جاندار حیوان کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں سے وہ ہے جو اپنے پیٹ کے بل رینگتا ہے اور ان میں وہ بھی ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے۔ اور ان میں وہ بھی ہے جو چار پاؤں پر چلتا ہے۔

صرف رینگنے اور پاؤں کے بل چلنے والے ہی نہیں، بلکہ پرندے بھی۔ یعنی وہ تمام مخلوق جس کا سلسلۂ افزائش بذریعہ تناسل آگے بڑھتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ زندگی کی اس بڑی شاخ سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اِدھر اُدھر پھوٹیں۔ اس لئے اس حد تک یہ مختلف اقسام کی مخلوق، دراصل ایک ہی نوع کی مختلف شکلیں اور ایک ہی قافلہ کے مختلف افراد ہیں۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ○ (۶/۳۸)

اور زمین میں چلنے والا کوئی حیوان اور ہوا میں اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو تمہاری ہی طرح کی نوع نہ ہو۔ یہ سب کچھ ہمارے قانون کے مطابق ہو رہا ہے جس کے دائرے سے کوئی چیز باہر نہیں رہ سکتی۔ یہ سب خدا کی طرف سے عطا شدہ راہ نمائی کے گرد جمع رہتے ہیں۔ (کوئی اس سے باہر نہیں رہ سکتا)۔

نر و مادہ کا امتیاز

یہ وہ مقام ہے جہاں ذکور و اناث (نر اور مادہ) کا امتیاز محسوس طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ (۳۵/۱۱)

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے۔ پھر تمہیں جوڑے بنا دیا۔

یعنی اس مقام پر خلیاتِ حیات (LIFE-CELLS) میں جنسی تخلیق (XUAL REPRODUCTION کا جوہر نمایاں ہوگیا. یہ جرثومے (GERM CELLS OR GAMETES) دو حصوں میں تقسیم ہوگئے. ایک (OVUM) یعنی مادہ کا خلیہ اور دوسرا SPERMATOZOON نر کا خلیہ. یعنی ایک جرثومۂ زندگی، ذوقِ تخلیق سے نر اور مادہ کے خلیوں میں بٹ گیا.

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا......

(۷/۱۸۹)

وہی تمہارا پروردگار ہے جس نے تمہیں ایک نفسِ واحدہ (جرثومۂ حیات) سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنا دیا.

اس سلسلہ میں ان آیات کو بھی دیکھئے. (۳۰/۲۱-۲۰)؛ (۴/۱)؛ (۳۹/۶)؛ (۴۲/۱۱)؛ (۵۳/۴۵)؛ (۷۵/۳۹).

ہرچند اپنے موضوع کے اعتبار سے ہم اس مقام پر احاطۂ بحث کو صرف حیوانی زندگی تک محدود رکھنا چاہتے ہیں لیکن بعض دیگر نکات کا (جو ابھر کر سامنے آجاتے ہیں) اجمالی ذکر ناگزیر ہو جاتا ہے. قرآنِ کریم نے نر و مادہ کی تمیز کا ذکر صرف حیوانات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے جوڑے بنائے ہیں.

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (۵۱/۴۹ نیز ۴۳/۱۲)

اور ہم نے ہر شے کے جوڑے بنا دیئے ہیں. (ہم نے ان امور کا تذکرہ اس لئے ضروری سمجھا ہے) تاکہ تم قانونِ خداوندی کی ہمہ گیری کو پیشِ نظر رکھ سکو.

نباتات میں جوڑے

حیوانات کے ذکور و اناث کے متعلق تو کسی تشریح کی ضرورت نہیں. تحقیقِ جدید نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ کا جوڑا ہوتا ہے اور ان کا مسکن بالعموم پودے کا پھول ہوتا ہے. پھول کی نرم اور نازک پتیوں میں اوپر کی طرف ایک ایسا مادہ ہوتا ہے جس میں نر کا جوہرِ تولید (MALES TAMENS) حفاظت سے رکھا ہوتا ہے. پھول کے درمیانی حصہ میں ایک اور خانہ ہوتا ہے جسے (PISTIL) کہتے ہیں. اسے مادہ کا گوشۂ رحم سمجھئے. بعض پودوں میں جنہیں (MONOECIOUS) کہتے ہیں. یہ دونوں جوہر ایک ہی پھول

مسلمان حکماء اور نظریہ ارتقا مغربی محققین سے بہت پہلے مسلما حکما دریافت کرچکے تھے۔ اس باب میں حکیم ابن مسکویہ المتوفی 421 ھ کی معرکہ آرائی تحقیق دنیائے علم میں ایک خاص امتیازی شان رکھتی ھے اس نے اپنے مشہور رسالہ ،،، الفوز الاصغر،،، میں اس نظریہ پر خصوصیت سے بحث کی ھے۔ نباتات کے تدریجیارتقائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے حکیم لکھتے ہیں۔

اب یہی تدریجی ترقی کر کے خرما کے درخت میں بغایت شرف ظہور کرتا ھَ اور نباتات کو مرتبہ اعلیٰ پر پہنچتا ھے۔ کہ اگر اس مرتبہ سے ذرا سا بھی آگے بڑھے تو حدنباتی سے نکل جائے اور صور حیوانی اختیار کر لے۔ خرما کے درخت میں نفس کا اثر اس درجہ قوی اور زیادہ ہوتا ھے کہ حیوان سے کثیر مشابہت اور قوی نسبت پیدا ہو جاتی ھے۔ ایک تو مثل حیوان کے اس میں نر اور مادہ ہوتے ہیں اور بار آور ہونے کے لیے نر کو مادہ سے ملانا ضروری ہوتا ھے۔ اس ملانے کو تلقیح کہتے ہیں جو حیوانات کے جماع کے مثل ھے۔ پھر خرما کے درخت میں علاوہ جڑ اور رگوں کے ایک چیز مثل دماغ حیوانات کے ہوتی ھے۔ یہ اس کے لئے ایسی ضروری ھے کہ اگر اس کو کوئی آفت لاحق ہو جائے تو درختِ خرما ضائع ہو جاتا ھے۔ ظاہر ھے کہ مسلمان حکما کے زمانے میں دور حاضر کے ریسرچ کے ذرائع موجود نہ تھے۔ لیہکن ان کے پاس قرآن کریم کی ایک ایسی درخشندہ قندیل تھی جس کی روشنی میں حقائق بے نقاب حو کر سامنے آ جاتے تھے۔

ہر شے کے جوڑوں کے متعلق قرآن کریم کے ارشادات کا ذکر اوپر آچکا ھےخود نباتات کے متعلق سورۃ یٰسین میں ارشاد ھے۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ (٣٦)۔

پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے اُگنے والے(پودوں)میں سے ہر ایک کے جوڑے بنا ئے، اور نوع انسانی میں سے بھی اور جنہیں وہ نہیں جانتے، (٣٦)۔

- -- O --

اس ضمناً تذکرہ کے بعد، ہم پھر اپنے اصلی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس نفس واحدہ نے، جس کا ذکر پہلے آ چکا ھے، پیکتِ حیوانی میں بھی قرنہا قرن گزارے۔ ان ادوار میں ،،انسان،، ابھی قابل ذکر شے نہ تھا۔ سورۃ الانسان میں دیکھیئے۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا (١)۔

بے شک انسان پر زمانے کا ایک ایسا وقت بھی گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذِکر چیز ہی نہ تھا، (١)۔

حیوانی زندگی کی ان شاخوں میں سے ایک شاخ اوپر کو اُبھری۔ یہ پیکر انسانی کی شاخ تھی۔ یعنی پیکر حیوانی کو بتدریج سنوارا گیا۔ اسے حشو و زوائد سے پاک کر کے اس کے لطیف و نازک جوہروں میں جلا دی گئ۔ اور یوں عروس حیات، حریم بشریت میں جلوہ ریز ہوئی۔ سورۃ الفطار میں فرمایا کہ

الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ (٧)۔

وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر (ہر طرح) سے درست کیا پھر (اعضاء و جوارح) میں تناسب پیدا کیا۔(٧)۔

پھر اسے احسن تقویم عطا فرمائی۔ یعنی بہترین توازن و تناسب کو لئے ہوئے۔ سورۃ التین میں فرمایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (٤)۔

اور یہ واقعہ ھے کہ ہم نے انسان کو بہترین ہییت میں پیدا کیا۔ جس میں توازن و تناسب حسین ترین مقام تک پہنچ گیا۔

دوسرے مقام پر سورۃ التغابن میں فرمایا۔

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ (٣)۔

اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا ہے اور تمہاری صورت بنائی پھر تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (٣)۔

قصہ آدم کی تفصیلات میں جانے سے پہلے ضمنناً یہ بیان کرتا چلوں کہ آدم سے پہلے اس کرہ ارض پر کوئی اور مخلوق آباد تھی جو اب ناپید ھے یا نگاھوں سے اوجھل ہو چکی ھے اسے الجان کہا گیا ھے۔ سورۃ الحجر میں فرمایا کہ

وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ (٢٧)۔

ترجمہ۔۔ اور ہم نے اس سے پہلے جنوں کو آگ کے شعلے سے بنایا تھا (٢٧)۔

انسان اس مخلوق کا جانشین ھے فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً سے یہی مفہوم ھے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ البقرہ میں فرمایا کہ

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (٣٠)۔

ترجمہ۔۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں

اب آئیے اصل موضوع کی طرف۔

آدم لفظ کا مادہ ا۔ د۔ م ھے۔ اُدمۃُ کے معنی ہیں مل جل کر رہنے کی صلاحیت باہمہ گر مخلوط ہونا۔ اِدَامُ کسی خاندان کا ایسا مثالی فرد جس سے اس کے قبیلے کی پہچانا جائے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ھے کہ اس میں آدم سے متعلق جو قصہ بیان ہوا ھے وہ کسی ایک فرد یا کسی ایک جوڑے یعنی میاں بیوی کی داستان نہیں۔ وہ خود آدمی کی سر گزشت ھے جسے تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ھے۔ قصہ آدم کا آغاز سورۃ السجدہ کے اس بیان سے ہوتا ھے فرمایا۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ (٧) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ (٨) ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (٩)۔

ترجمہ۔۔ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی (٧) پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے حقیر پانی سے بنائی (٨) پھراس کے اعضا درست کیے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنایا تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو (٩)۔

اگر آپ ان آیات مبارکہ پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ نَفَخَ رُوح سے پہلے تمام ارتقائی منازل میں انسان کے لیے هُوَ یعنی ضمیر غائب استعمال ہوا ھے مثلاً سَوَّاهُ وغیرہ۔ لیکن روح کے فوری بعد یہ ضمیر غائب، مخاطب کُمْ میں بدل گئی ھے جیسے وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ گویا اب انسان تخاطب کے قابل ہو گیا۔ اب وہ مقام آ گیا جہاں اسے سمع و بصر، شعور و ادراک، ارادہ و اختیار عطا کر کے هُوَ یعنی وہ کی بجائے کُمْ تم سے خطاب کیا گیا۔ یہ ہم اوپر درج آیات قرآن سے دیکھ چکے ہیں کہ انسان

کی پیدائش کس سلسلہ ارتقا کے ماتحت واقع ہوئی ہے۔ اور اس سلسلہ ارتقا کے بعد کسی ایک فرد کی تخلیق نہیں ہوئی بلکہ ایک نوع کی تخلیق ہوئی جسے نوع انسانی کہا گیا ہے۔ لہٰذا آدم سے مراد نہ نہیں کہ وہ ،،، سب سے پہلا انسان،،، تھا۔ جو کسی نہ کسی طرح یونہی بنا دیا گیا تھا اور اس سے پھر نسلِ انسانی آگے بڑھی بلکہ آدم سے مراد آدمی ہے۔قصہ آدم خود آدمی کی سر گزشت ہے نہ کہ کسی خاص فرد کی داستانِ حیات۔ بابا آدم اور اماں حوّا کا تصور بائیبل کا ہے قرآن کا نہیں۔ قرآن نے آدمی کی سر گزشت کو تمثیلی رنگ میں بیان کیا ہے تاکہ مجرد حقیقتیں تشبیہات کے لباسِ مجاز میں سامنے آ سکیں۔ قرآن کریم کا پہلا ورق الّٰثنیے اس عظیم المرتبت کتاب کی غرض و غایت اور انسانوں کی تین جماعتوں یونی متقین، کفار اور منافقین کے اجمالی تذکرہ کے بعد سرگزشتِ آدم کی ابتداء ان الفاظ میں ہوتی ہے۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (۳۰)۔

ترجمہ۔۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔

Like Comment Share

Write a comment...

About Create Ad Create Page Developers Careers Privacy Cookies Terms Help

ہیں نہیں ہوتے بلکہ ایک پھول میں صرف نر کا مادہ تولید ہوتا ہے، اسے (STAMINATE) کہتے ہیں اور دوسرے پھول میں مادہ کا جوہر جسے (PISTILLATE) کہتے ہیں۔ بعض پودے ایسے ہوتے ہیں جن میں ایک پودا نر اور دوسرا پودا مادہ ہوتا ہے۔ اس نوع کا نام (DIOECIOUS) ہے۔ سطح بیں نگاہوں کے نزدیک یہ تحقیق بھی دورِ حاضرہ کی رہینِ منت ہے۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ نہ صرف نباتات میں نر و مادہ کے امتیاز کا علم بلکہ اصولی طور پر خود نظریۂ ارتقاء مغربی محققین سے بہت پہلے مسلمان حکماء دریافت کر چکے

مسلمان حکماء اور نظریۂ ارتقا

تھے۔ اس باب میں حکیم ابنِ مسکویہ (المتوفی ۴۲۱ھ) کی معرکہ آراء تحقیق دنیائے علم میں ایک خاص امتیازی شان رکھتی ہے۔ اس نے اپنے مشہور رسالہ "الفوز الاصغر" میں اس نظریہ پر خصوصیت سے بحث کی ہے۔ نباتات کے تدریجی ارتقائی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے یہ حکیم لکھتا ہے:

> اب یہی تدریجی ترقی کرکے خرما کے درخت میں بغایت شرف ظہور کرتا ہے اور نباتات کو مرتبۂ اعلیٰ پر پہنچاتا ہے۔ کہ اگر اس مرتبہ سے ذرا سا بھی آگے بڑھے تو حدِ نباتی سے نکل جائے اور صورتِ حیوانی اختیار کرے۔ خرما کے درخت میں نفس کا اثر اس درجہ قوی اور زیادہ ہوتا ہے کہ حیوان سے کثیر مشابہت اور قوی نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک تو مثل حیوان کے اس میں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ اور بارآور ہونے کے نر کو مادہ سے ملانا ضروری ہوتا ہے۔ اس ملانے کو تلقیح کہتے ہیں جو حیوانات کے جماع کے مثل ہے۔ پھر خرما کے درخت میں علاوہ جڑ اور رگوں کے ایک چیز مثلِ دماغ حیوانات کے ہوتی ہے۔ یہ اس کے لئے ایسی ضروری ہے کہ اگر اس کو کوئی آفت لاحق ہو جائے تو درختِ خرما ضائع ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان حکماء کے زمانہ میں دورِ حاضرہ کے ریسرچ کے ذرائع موجود نہ تھے۔ لیکن ان کے پاس قرآنِ کریم کی ایک ایسی درخشندہ قندیل تھی جس کی روشنی میں حقائق بے نقاب ہو کر سامنے آجاتے تھے۔

ہر شے کے جوڑوں کے متعلق قرآنِ کریم کے اشارات کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ خود نباتات کے متعلق ارشاد ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ

اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ (۳۶/۳۶)

وہ ذات (تمام نقائص وعیوب سے) پاک ہے جس نے زمین سے اُگنے والے (پودوں) میں سے ہر ایک کے جوڑے بنا دیئے اور خود نوعِ انسانی میں سے بھی اور (ان چیزوں سے بھی) جنہیں وہ (ہنوز) نہیں جانتے۔

زوج کے معنی واضح رہے کہ بنیادی طور پر زوج کے معنی جوڑا ہی نہیں ہوتے۔ اس سے مراد ایسا جوڑا ہوتا ہے جس میں ایک فرد کی تکمیل دوسرے فرد کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ مثلاً گاڑی کے دو پہیئے ایک دوسرے کے زوج کہلاتے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک نہ ہو تو دوسرا بیکار ہوجاتا ہے۔ اور جب یہ دونوں موجود ہوں اور ایک جیسے ہوں تو ان کا مقصدِ تخلیق پورا ہوسکتا ہے۔ زوج کے اس تصور کو سامنے رکھنے سے بہت سے گوشے بے نقاب ہوجاتے ہیں۔

اس ضمنی تذکرہ کے بعد، ہم پھر اپنے اصلی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس نفسِ واحدہ نے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے، پیکرِ حیوانی میں بھی قرنہا قرن گزارے۔ ان ادوار میں "انسان" ابھی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔

هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا ۝ (۷۶/۱)

کیا انسان پر وہ زمانہ نہیں گزر چکا جب یہ قابلِ ذکر شے نہ تھا۔

جیوانی زندگی کی ان تمام شاخوں میں سے ایک شاخ اوپر کو اُبھری۔ یہ پیکرِ انسانی کی شاخ تھی۔ یعنی پیکرِ حیوانی

پیکرِ انسانی کو بتدریج سنوارا گیا۔ اسے حشو و زوائد سے پاک کرکے اس کے لطیف و نازک جوہروں میں جِلا دی گئی اور یوں عروسِ حیات، حریمِ بشریت میں جلوہ ریز ہوئی۔

اَلَّذِىۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰٮكَ فَعَدَلَكَ ۝ (۸۲/۷)

وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر (ہر طرح سے) درست کیا

پھر (اعضاء وجوارح میں) تناسب پیدا کیا۔

پھر اسے احسنِ تقویم عطا فرمائی۔ یعنی بہترین توازن و تناسب کو لئے ہوئے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ۝ (۹۵/۴)

اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ہیئت میں پیدا کیا جس
میں توازن و تناسب حسین ترین مقام تک پہنچ گیا۔

دوسرے مقام پر "احسن صور" کہا گیا ہے (۲ ـــ ۶۴/۳)۔

یہ احسنِ تقویم کیا ہے؟ اس بہترین ہیئت میں کون سی امتیازی خصوصیت ہے؟ وہ کون سا جوہرِ خصوصی ہے جس کی بنا پر انسان سلسلۂ ارتقاء کی سابقہ کڑیوں سے الگ حیثیت کا مالک بن گیا۔ قرآن کریم نے اسے ایک لفظ میں بیان فرمایا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہی لفظ اس کی امتیازی خصوصیات کو ایک نمایاں جامعیت سے ادا کر سکتا ہے۔ فرمایا۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (۳۲/۴)۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی) یعنی شجرِ ارتقاء کی اس شاخِ بلند و بالا کو ہر طرح سے درست کیا۔ اس میں مناسب صلاحیت و استعداد پیدا کی۔ اسے سنوارا۔ آگے بڑھایا۔ اور جب اس میں یہ صلاحیتیں پیدا ہو گئیں تو اسے درجۂ حیوانیت سے آگے بڑھا کر اس میں خدائی توانائی (DIVINE ENERGY) کا شمہ ڈالا۔ اب وہ دیکھنے، سننے اور سمجھنے سوچنے والا انسان بن گیا۔ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (۳۲/۹) اور اس نے تمہارے لئے سمع، بصر اور فواد بنایا۔ (یعنی عقل اور جذبات دونوں عطا کر دیئے) لیکن تھوڑے ہیں جو ان صلاحیتوں کی بھرپور نشوونما کرتے ہیں۔ یہ "روحِ خداوندی" کیا ہے جس کی کرشمہ سازیوں نے ایک پیکرِ آب و گِل کو کائنات کا جانِ مدعا بنا دیا؟ اس کی تفصیل تو اپنے مقام پر آئے گی، اس وقت صرف اتنا دیکھئے کہ اس "نفخِ روح" سے حاصل کیا ہوا؟ قرآن کریم کے الفاظ میں اس سے سمع و بصر و فواد عطا ہوا۔ کہنے کو تو یہ تین لفظ ہیں، لیکن غور سے دیکھئے تو شرف و مجدِ انسانیت کی پوری کی پوری دنیا ان تین گوشوں میں سمٹ آئی ہے۔ سمع و بصر (انسانی حواس کے نمائندے ہیں جو خارجی دنیا کی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ یہ معلومات انسانی قلب (MIND) تک پہنچتی ہیں اور اس سے انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے لئے کچھ فیصلہ کرے۔ اس کے اس طرح فیصلے کرنے کی صلاحیت کو اس کا اختیار و ارادہ کہتے ہیں۔ اسی سے انسان ایک ذمہ دار مخلوق بن گیا ہے۔ سورہ الدھر میں ہے:

شرفِ انسانیت

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا

کیا۔ بکھری ہوئی شوخیاں سمٹ کر بجلیاں بننے لگیں۔ جنت کی حوروں نے کن انکھیوں سے باہم اشارے کئے۔ نوامیس فطرت کی نگاہوں میں ہلکا سا تبسم پیدا ہوا۔ حریم قدس کے رازداروں نے کانوں ہی کانوں میں کچھ سنا۔ زمین کانپی۔ آسمان تھرتھرایا۔ چاند کا ساغر زریں چھلک گیا۔ ستاروں کے ننھے سے دل دہل گئے۔ فضا میں ایک شور اٹھا اور :-

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد — حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
فطرت آشفت کہ از خاک جہانِ مجبور — خودگرے خود شکنے خودنگرے پیدا شد
خبرے رفت ز گردوں بہ شبستانِ ازل — حذر اے پردگیاں! پردہ درے پیدا شد
آرزو بے خبر از خویش بآغوشِ حیات — چشم وا کرد و جہانِ دگرے پیدا شد

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر
تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد

حوروں نے نغمہ تبریک گایا۔ فرشتوں نے سر جھکایا۔ ارض و سماوات نے اپنی باج گزاری کا خریطہ پیش کیا۔ ابلیس نے مقابلہ کا چیلنج دیا۔ اور یوں یہ عالم بے کیف، دنیائے رنگ و بو اور جہانِ سوز و ساز بن گیا۔ اب درحقیقت اس پروگرام کی پہلی منزل شروع ہوئی جس کے پیش نظر عالم جمادات سے لے کر پیکر انسانی تک کے ارتقائی مراحل قرنہا قرن کے عرصہ دراز میں طے ہوئے تھے۔ اب وہ مقام آگیا جہاں انسان تخاطب کے قابل ہوگیا۔ جہاں اسے سمع و بصر، شعور و ادراک، ارادہ و اختیار عطا کر کے ھُوَ (وہ) کے بجائے (کُمْ) تم سے خطاب کیا گیا۔ [1] یہ تو ہم پچھلے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ انسان کی پیدائش کس طول طویل سلسلہ ارتقاء کے ماتحت واقع ہوئی ہے اور اس سلسلہ ارتقاء کے بعد کسی ایک فرد کی تخلیق نہیں ہوئی بلکہ ایک نوع کی تخلیق ہوئی جسے نوعِ انسانی کہا گیا ہے۔ لہٰذا آدم سے یہ مراد نہیں کہ وہ "سب سے پہلا انسان" تھا جو کسی نہ کسی طرح یونہی بنا دیا گیا تھا اور اس سے پھر نسلِ انسانی آگے بڑھی بلکہ آدم سے مراد آدمی

---

[1] سابقہ عنوان میں ۳۲/۹ ملاحظہ کیجئے "نفخ روح" سے پہلے تمام ارتقائی منازل میں انسان کے لئے ھُوَ (ضمیر غائب) استعمال ہوئی ہے۔ مثلاً (سوّاہ) وغیرہ۔ لیکن نفخ روح کے فوری بعد یہ ضمیر غائب، مخاطب (کُمْ) سے بدل گئی ہے۔ وجعل لکم السمع گویا اب انسان تخاطب کے قابل ہوگیا۔

آدم سے مُراد!

(THE MAN) ہے۔ قصّہ آدم خود آدمی کی سرگذشت ہے نہ کہ کسی خاص فرد کی داستانِ زندگی۔ "بابا آدم اور امّاں حوّا" کا تصور بائبل کا تصور ہے قرآن کا نہیں۔ قرآن نے آدمی کی سرگذشت کو تمثیلی رنگ میں بیان کیا ہے تاکہ مجرّد حقیقتیں تشبیہات کے لباسِ مجاز میں سامنے آسکیں۔

آغازِ داستان

قرآنِ کریم کا پہلا ورق الٹئے اس عظیم المرتبت کتاب کی غرض و غایت اور انسانوں کی تین جماعتوں (متقین، کفار اور منافقین) کے اجمالی تذکرہ کے بعد سرگذشتِ آدم کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (۲/۳۰)

اور جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ میں دنیا میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

لفظ خلیفہ کی تشریح، اس عنوان کے آخر میں ملے گی۔ یہاں صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ اس سے مراد "خدا کا خلیفہ" نہیں اس سے مطلب سابقہ آبادی یا نوع کا جانشین ہے۔ "خلیفۃ اللہ" قرآن میں کسی کو نہیں کہا گیا۔

انسان سے پہلی انواع میں (ہم دیکھ چکے ہیں کہ) اختیار و ارادہ کی قوت نہیں تھی۔ سلسلۂ ارتقار میں یہ پہلی کڑی تھی جسے اختیار و ارادہ دیا گیا تھا۔ باقی کائنات (جسے اختیار و ارادہ حاصل نہیں) بلا چون و چرا قانونِ خداوندی کے مطابق اپنے مفوضہ فرائض کی تکمیل میں سرگرمِ عمل ہے۔ لیکن انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو قانونِ خداوندی کی اطاعت کرے اور چاہے تو اس سے سرکشی اختیار کر لے۔ قانونِ خداوندی سے سرکشی کا نتیجہ، فساد کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کائنات کی قوتوں (ملائکہ) نے کہا کہ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (۲/۳۰) کیا اب دنیا میں ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیا جائے گا جو اس میں فساد انگیزیاں اور خون ریزیاں برپا کردے گی؟ اس کے برعکس، ہماری یہ حالت ہے کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (۲/۳۰) ہم ہمیشہ تیرے پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرمِ عمل رہتے ہیں جس کے نتائج دیکھ کر ہر دیدۂ بینا مصروفِ حمد و ستائش ہو جاتی اور اس میں جتنی دُور تک بھی ہمیں جانا پڑے جاتے ہیں؛ کبھی تھکتے ہی نہیں۔

خلّاقِ فطرت کے چہرۂ جمال آگیں پر ایک حسین سی ہنسی برقِ طور بن کر لہرا گئی اور ارشاد ہوا کہ